کے تجربہ کار کارکنوں کے لیے بھی سود مند اور مفید ہے کہ ہندوستانی مطابع کے ہاتھ مین یہ پہلی تحریری ہدایت ہی

چھپائی عمدہ قیمت عہ پتہ نظام الدین حسن اینڈ سنس بدایوں،

خیر الدارین، یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسکو مولوی محمد اسد اللہ صاحب وظیفہ یاب منتظم محکمہ صدر مجالسی سرکار عالی نے تصنیف کیا ہے، اس رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہو کہ اسلام میں ترک دنیا کی کوئی تعلیم نہیں، بلکہ اسلام تو فلاح دارین حاصل کرنے کا اصول بتاتا ہے، قیمت ۴ر پتہ مولوی ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب وکیل ہنمکندہ (ورنگل)

مسلم اور ہلال عید، یہ وہ نظم ہے جسے میاں محمد حسن صاحب اختر لودیانوی نے پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس سوم مین سنایا تھا، قیمت ۲ر

حیات و ممات مسیح علیہ السلام، مرزا غلام احمد صاحب بانی فرقہ احمدیہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہین، ان کے جواب میں ایک ہندو "مامور من اللہ" یعنی پنڈت پرشوتم دیوست دہادی اٹاوہ نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے، جب مناظرہ دو "ماموروں" کے بیچ میں ہو تو غیر مامور کیا فیصلہ کرسکتا ہے، قیمت ۵ر پتہ لالا رام چرن لال الس منیجر دیاساگر اوشدھالہ اٹاوہ،

ہستی باری تعالیٰ پر ایک دلیل، یہ ایک تبلیغی رسالہ ہے جسکو جناب مولانا سلیمان صاحب پُنیالوی نے مرتب کیا ہے، اور جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام لاہور نے اسکو شایع کیا ہے، قیمت ۲ر جمعیۃ مذکور کے پتہ سے طلب فرمائیے،

مجلد چہار دہم | ماہ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء | عدد چہارم

مضامین

شذرات

ستمبر کے آخر ہفتہ مین دہلی مین جو مجلسِ اتحاد منعقد ہوئی، اوس نے اپنے جانتے ہندوؤن اور مسلمانون کے درمیان جو نزاعی اُمور پیدا ہین اُن پر پوری طرح غور کیا، اور ان کے متعلق فیصلے صادر کئے، لیکن ہم نے جلسہ کے اندر اور باہر بھی جہان تک غور کیا، تمام رہنمایانِ ملک کے خیالات ان نزاعات کے صرف ظاہری اور سطحی اسباب پر مشتمل پائے، شاید اس لئے کہ زخم مین زیادہ گہرا نشتر نہ دیا جائے جو تکلیف کا موجب ہو صرف اوپر کی جلد کا صاف کر دینا کافی سمجھا گیا، لیکن یہ نہین خیال کیا گیا کہ اوپر سے زخم اس طرح اگر مندمل بھی ہو جائیگا تو ڈر ہے کہ اندر اندر موجود محدود زخم آیندہ تمام جسم کو اپنے زہر سے پرمواد نہ کر دے،

—— ჻ ——

ہمارے نزدیک ہندوؤن اور مسلمانون کی باہمی نزاع اُس وقت تک ختم نہین ہو سکتی جب تک دونون قومین ۱۸۵۷ء کے خاتمہ پر اپنے فاتحانہ اور مفتوحانہ جذبات سزا و انتقام کو ختم نہ کردین اور تیسری قوم کی غلامی کے عہد سے اپنی تاریخ کا نیا دور نہ شروع کرین جس مین گذشتہ آٹھ صدیون کے تلخ واقعات کی یاد قطعاً موقوف کر دی جائے، اور مستقبل کی اصلاح و درستی کی خاطر حال کو ماضی کی تکرار مین برباد نہ کیا جائے،

—— • ——

ہر قوم کی حکومت کی تاریخ مین اچھے اور برے منصفانہ اور ظالمانہ دونون قسم کے واقعات ملتے ہین، اس کلیہ سے ہندوستان مین مسلمانون کی حکومت کی تاریخ بھی خالی نہین مگر ملک کی

بھلائی اس مین نہین ہے کہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر مسلمانون کی حکومتون کی کچھ واقعی برائیان اور کچھ گھڑ کر مفروضہ افسانے یکجا کئے جائین اور وہ انجمنون کے جلسون مین، لڑکون کے مدرسون مین مطالعہ کی کتابون مین، اخبارات کے کالمون مین، روزمرہ کی گفتگوؤن مین کھیل اور تماشے کے ناٹکون مین اس طرح بار بار دہرائے جائین کہ وہ بچہ بچہ کی زبان پر چڑھ جائین، اور دونون قومون کے درمیان ایک غیر مختتم تلخی اور ناگواری اور بدگمانی، اور عداوت راسخ ہو جائے،

—— ჻ ——

واقعات کی حیثیت سے نظر کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہندو اکابر نے اپنی قوم کو جنبش اور حرکت مین لانے کیلئے یہ ضروری سمجھا کہ قوم کی نفرت اور عداوت کے جذبات کو مشتعل کیا جائے اور اس کے لئے مسلمانون کو منتخب کیا، اُن کا فاتحانہ جرم اقدام اس کے لئے بہترین مسالہ پیدا کر سکتا تھا، اس طرح مذہبی اور سیاسی دونون حیثیتون سے مواد یکجا کیا گیا اور اس کو تمام ملک مین ہندوؤن کے درمیان پھیلایا گیا، مذہبی حیثیت سے سوامی **دیانند** نے اور سیاسی حیثیت سے **تلک** مہاراج نے مسلمانون کے خلاف ایک جہادِ عظیم کا سامان فراہم کیا، تمام ملک مین دیانندجی کی ستیارتھ پرکاش کی تبلیغ کی گئی جسمین اسلام اور مسلمانون کے خلاف ہر ممکن دلیل سے ہندو قوم کو آمادہ جنگ کیا گیا، بڑے بڑے شہرون سے لیکر چھوٹے چھوٹے قریہ تک مین آریہ سماج کا جال پھیلایا گیا، اُن کے ہفتہ وار ماہوار اور سالانہ جلسون مین مقررین کا بہترین موضوع اسلام اور مسلمانون کو بُرا بھلا کہنا، مسلمان سلاطین کے جھوٹے مظالم گننا اور مسلمانون کو خلاف ہندوؤن کے جذبات کو بھڑکانا قرار دیا گیا، اون کے اخبارات، رسائل اور کتابون مین باقاعدہ اسلام، بزرگانِ اسلام، انبیاے اسلام، اور سلاطینِ اسلام کے سب و شتم کا سلسلہ قائم کیا گیا، اور اس طرح ملک کے طول و عرض مین مسلمانون کے خلاف ایک وسیع تنظیم کھڑی کی گئی،

تلک مہاراج نے عام ہندوؤن اور خصوصاً مہاراشٹر کے بہادرون کے مردہ جذبات مین نئی امنگ پیدا کرنے کے لئے سیواجی اور عالمگیر کی مری ہوئی ہڈیون کو اُکھاڑنا شروع کیا، سیواجی کو قومی ہیرو بنایا گیا، اس کے مقابل مین عالمگیر کو ہر ظلم اور برائی کا مصدر ٹھہرا گیا، واقعات گھڑے گئے، تاریخین بنائی گیئن جعلی تحریرین بنانے کے کارخانے قائم کئے گئے، جھوٹے افسانے، ناٹک اور ناول لکھے گئے، اُن کے دارالاشاعۃ قایم ہوئے، تھیٹرون اور تماشا گاہون مین اُنکی نقلین دکھائی گیئن، اور یہ سلسلہ مرہٹی سے شروع ہوکر گجراتی اور بنگالی تک مین پھیل گیا، اور اس زہریلے لٹریچر نے تمام ہندو نوجوانون کے دل و دماغ کو مسموم کردیا، اور اس طرح ملک مین اب تک یہ نظام عمل پوری طرح قایم اور جاری ہے،

اس سے بڑھکر یہ کہ بڑے بڑے ہندو اہل قلم نے قصداً ایسی کتابین اور تحریرین لکھین اور اب تک لکھ رہے ہین (اور اس کام مین انگریز اہل قلم نے بھی انکی پوری مدد کی بلکہ رہنمائی کی) جن مین مسلمانون کے عہد حکومت کو ہر طرح بدنام کرنے کی کوشش کی اور مسلمان سلاطین پر غلط الزامات قایم کئے، اور ہندوؤن پر اُن کے اَن گنت مظالم کو سلیقہ کے ساتھ اوراق مین ترتیب دیکر اُن کو مدارس کے نصاب تعلیم مین داخل کیا گیا ہے، جسکے ذریعہ سے تعلیم یافتہ ہندو نوجوانون کے خیالات مسلمانون کی طرف سے تاریخی طور سے ہمیشہ کے لئے بُرے کردیئے گئے،

ہندوستان کی ان دونون قومون مین نفاق ڈالنے کی کوشش کا یہ نظام گو تیسری قوم کی طرف سے شروع کیا گیا، مگر بہت جلد دوسری قوم نے اس کو اپنا کام بنالیا، اور اس طرح اے بی سی ڈی کے آغاز سے آخر تعلیم تک ایک ہندو نوجوان کو مسلمانون کے ساتھ اتحاد

کے خلاف ایسی باقاعدہ تعلیم دی گئی ہے جس سے پاک و صاف رہ کر اگر اب بھی کچھ تعلیم یافتہ ہندو مسلمانون کے ساتھ اتحاد کے خواہان ہین، تو یہ صرف فطری صلاحیت کی پکار ہے ورنہ ماحول کا یہ اقتضا تو ہرگز نہین،

اب ہمارا سوال ہے کہ ان حالات مین جب مسلمانون کے خلاف نفرت اور عداوت کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے آریہ سماج کا پورا اور کامل نظام قائم ہے، اس قسم کی لٹریچر کی کم از کم تیس چالیس برس سے عام اشاعت ہے، ناٹکون اور افسانون، سنجیدہ مضامین اور مستند مصنفین کی کتابون کے ذریعہ سے اونکی تبلیغ ہے، کیا مسلمانون کی طرف سے کوئی ایسا نظام سلسلہ کتب دارالاشاعۃ، مقررین کا گروہ، انجمنون کی تنظیم، اہل قلم کی کوششین، ناٹک اور افسانے، مدارس و مکاتب کے نصاب تعلیم کوئی چیز ایسی موجود ہے جس کا مقصد مسلمانون مین ہندون کی طرف سے نفرت اور عداوت کے جذبات کی باقاعدہ پرورش اور نشو و نما ہو؟ مسلمانون کی طرف سے جو کچھ ہے مدافعت ہے

فروری ۱۹۲۰ء مین جب وفد خلافت یورپ جارہا تھا، تو اتفاق سے پہلے جہم کے مشہور آریہ سماجی لیڈر لالہ لاجپت رائے چھ سات برس کے بعد امریکہ سے ہندوستان آرہے تھے موضوع کے افریقی بندرگاہ مین ہم دونون کا اجتماع ہوا، اور ہندوستان کی موجودہ صورت حال یعنی ہندو مسلمانون کے روز افزون اتحاد کا ذکر آیا، مین نے کہا کہ اب ہندوستان مین آریہ سماجی تحریک کی گذشتہ روش (پالیسی) مین جدید انقلاب کی ضرورت ہے، تاکہ ہندوون مین مسلمانون کی طرف سے نفرت اور عداوت پھیلانے کی سرگرمیون کی جگہ مصالحت اور اتحاد کی اشاعت ہوسکے لالہ جی نے اس خیال کی تائید کی، مگر اخیر اکتوبر کی مجلس اتحاد مین جب مالوی جی کے اشارہ سے

لالہ جی نے اپنی مشہور ترمیم متعلق اعلانِ حقوق (یعنی ہر شخص کو مذہبی آزادی ہو مسلمان جس جانور کو چاہین ذبح کرین وغیرہ) کو تعویق مین ڈالنے کی غرض سے پیش کی تو اوس وقت اُن کا وہ خیال جو مصنوع مین ظاہر کیا گیا تھا معلوم ہوتا تھا کہ اون کے ساتھ سمندر پار سے ہندوستان نہ آسکا،

اس تفصیل کے بعد اب یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ اگر ہم ہندو مسلمانون کی نزاعات کا واقعی خاتمہ کرنا چاہتے ہین، اور اس بدنصیب ملک مین خون کی ندیون کے بدلے جوے محبت بہانا چاہتے ہین تو اس کا اصلی علاج یہ ہے کہ آریہ سماجی روش مین تبدیلی کی جائے، اسلام اور مسلمانون کے خلاف جو تبلیغ اور پروپگنڈا پورے نظام کے ساتھ تقریرون، تحریرون، کتابون، رسالون، اخبارون تماشون، ناٹکون، افسانون اور تاریخون کے ذریعہ پھیلایا جارہا ہے، اُن کو یک قلم بند کیا جائے، اسی کے ساتھ لازماً مسلمانون کی مدافعانہ کوششین بھی خود بخود بند ہوجائینگی، آریہ سماجی مقررین اور محررین اپنی بیان و گفتگو کا موضوع اپنے مذہب کی خوبیون اور اچھائیون کا اظہار قرار دادین، دوسرے مذاہب کو سب و شتم نہین، اور اسی طرح ہندو اور مسلمان اہل قلم تاریخ ہند کے اسلامی دور کے وہ واقعات تلاش اور یکجا کرین جن سے دونون مین مصالحانہ روح کی ترقی ہو،

ہم نے اپنی کسی گذشتہ اشاعت مین مرہٹی کتاب "مسلمانی ریاست" کا ذکر کیا تھا، اور مرہٹی دان دوستون سے اس پر تنقید کی خواہش کی تھی، اس کے متعلق ہمارے پاس متعدد مرہٹی دان مسلمانون دوستون نے کافی مواد بہم پہنچایا ہے، اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے فاضل دوست پروفیسر شیخ عبد القادر ایم ۔ اے (الفنسٹن کالج بمبئی) نے اس پر پوری تنقید لکھنے کا وعدہ کیا ہے، یہ کتاب بڑودہ کے ایک ممتاز ہندو اہل قلم کی تصنیف ہے، جس کے استناد کا یہ حال ہے کہ اس مین ایک ناول کے حوالہ سے واقعات لیکر سیواجی کی مداحی اور عالمگیر کی برائی کی ایک پوری داستان گھڑ کر کھڑی کی گئی ہے، یہ کتاب نصاب تعلیم مین داخل ہے، کیا ایسی ہی کتابون سے آپ ہندو مسلمان اتحاد کا خواب پورا کرسکتے ہین؟

ہمارے گذشتہ اکابر کی تنہا اور یکتا یادگار نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی جو اپنی پیری اور دیرینہ سالی کے باعث دماغی کامون سے ایک حد تک معذور ہین، وہ بھی ہندو اہل قلم کی ان کوششون سے اس قدر متاثر ہین کہ انھون نے اپنے ایک عطوفت نامہ کیساتھ ٹائمز آف انڈیا (بمبئی) کا ایک ٹکڑہ کاٹ کر بھیجا ہے جسمین مسلمانون کے خلاف "جینگر" کے نام سے ایک نہایت سخت لیکن فاضلانہ مضمون "دہن کشادہ ناسور" اور "مسلمانون کی ذہنی کیفیت" کے عنوان سے مندرج ہے، نواب صاحب ممدوح خط مین لکھتے ہین :۔

"ایک کاغذ ملفوف ہے، اس کو ملاحظہ فرمایئے، اسکی اشاعت سے ہم مسلمانون کو سخت نقصان پہونچے گا، میری راے ناقص مین اس کا پورا پورا جواب لکھوا کر شایع کرنا چاہئے اور تمام دنیا کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب سراسر غلط ہے، اور ہمارے مذہب کے خلاف ہے لکھنے والے نے ہندؤن کو برانگیختہ کرنے کی غرض سے اس کو شائع کیا ہے، ایک ایک لفظ اس کا جھوٹ اور بہتان ہے، اگر میری صحت درست ہوتی اور مجھ مین طاقت ہوتی اور بینائی کمزور نہ ہوتی تو مین خود اس کا جواب قلم بند کرتا"،

ممدوح کا اس پیرانہ سالی مین یہ عزم و ارادہ اور حوصلہ خود قابلِ ستایش اور سزاوار مبارک باد ہے، افسوس کہ ہماری قوم مین اب ایسے غیور علم دوست اکابر کا وجود بظاہر نظر نہین آتا

ٹائمز کے مضمون مذکور مین پہلے یہ دکھایا گیا ہے کہ موجودہ فسادات مسلمانون کے قومی اور مذہبی خصائص کے محض مظاہر ہین سلطان محمود اور اورنگزیب کی نفسیت ایک سچے مسلمان کی اصلی نفسیت ہے، اس لئے موجودہ فسادات اور مندرون کے انہدام کے اسباب وعلل کی تلاش کی حاجت نہین، پھر محترم محمد علی، سیف الدین کچلو اور ایک مولٰنا (نام نہین لکھا ہے) جو جمیعۃ العلماء کے سربرآوردہ رکن ہین، کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ جمیعۃ العلماء کے کھلے اور مجلس خلافت کے پوشیدہ ہتھکنڈون کے نتائج ہین، اور اس کا مقصد دار الحرب ہند کو دوبارہ دار الاسلام بنانا ہے،

مسٹر بینگر نے اس مضمون کے ذریعہ سے مسلمانون کی قومی ومذہبی ذہنیت ونفسیت کی تحقیق وانکشاف مین بے فائدہ محنت کی اگر یہ سچ ہے کہ معلول سے علت کا وجود مقدم ہوتا ہے تو ان کو تحقیق کرنا چاہئے کہ واقعات کے تقدم وتاخر کی کیا صورت ہے؟ اس مضمون سے خود ہمسایہ قوم کی نفسیت وذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اب تک سلطان محمود اور اورنگزیب کو نہین بھولی ہے، اس لئے جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے وہ تلافی مافات نہین، بلکہ سابق کی انتقام طلبی کے مظاہر ہین، اور اس طرح قیامت تک ہندو مسلم اتحاد کی عمارت کی تعمیر نہین ہوسکتی، اس کی تعمیر کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ گذشتہ عہد کی فاتح ومفتوح دونون قومین اپنے موجودہ عہد کی یکسان مفتوحی کو یاد کرکے پرانے جذبات کو فراموش کرین، اور نئے عہد کے مساویانہ جذبات کا آغاز کرین،

تذکرہ اور **فتنۂ مستشرقیہ** کی نسبت ہم نے شذرات مین جو کچھ لکھا تھا، اسپر حریف مقابل کی طرف سے ہم پر سخت مواخذہ قائم ہے، اس فتنہ کے متعلق علمائے دیوبند، جمیعۃ العلماء اور بعض دوسرے اصحاب نے اپنے مخالفانہ خیالات ظاہر کئے جنمین سب سے بہتر مضمون چودھری محمد حسین صاحب (لاہور) کا تھا جو زمیندار مین شائع ہوا مگر تعجب ہے کہ جواب دہی بازپرس اور مواخذہ کے لئے صرف ہمارا ہی وجود کیون

منتخب ہوا ہے شاید اس لئے کہ **معارف** کے شذرات کے تیر ونشتر مین تیزی زیادہ تھی، اور اس کا حملہ ہاتھ پاؤن کے بجائے خاص شہ رگ پر تھا، اس جدید فتنہ پر جس کے رو سے اسلام کا اصلی منشا چودہ سو برس کے بعد ایک مغربی الخیال مشرقی کے سینہ مین منکشف ہوا ہے، ایک مبسوط تبصرہ عنقریب شائع ہوگا جس سے معلوم ہوگا کہ "امت مسلمہ" کے ایک "نامور" کی "براہین احمدیہ" کی کیا علمی اور فکری حیثیت ہے

گذشتہ تین چار برسون مین نئی پرجوش انجمنون اور مجلسون نے ہماری پرانی متین وسنجیدہ اور سکون پسند انجمنون کو بالکل بے رونق اور سرد کردیا تھا، ملک وملت کی عارضی وفوری ضرورتون کا خیال کرکے ان کے کارکنون نے بھی عزلت گزینی اور خلوت نشینی مناسب سمجھی کہ مذہبی وقومی مقاصد مین تصادم نہ واقع ہو، اور اس کی بالکل مثال یہ تھی کہ ایک دائم المرض بیمار پر اچانک اگر کسی جدید ناگہانی بیماری کا شدید وتیز حملہ ہوجائے تو ہر طبیب کا فرض ہوگا کہ پہلے اس ناگہانی اور شدید حملہ کو دفع کرے اور بعد ازین دائم المرضی کے آثار کا رفتہ رفتہ سکون کے ساتھ علاج کرے، بنابرین ترکی ومقامات مقدسہ کے ناگہانی اور فوری مسائل نے اس درجہ منہمک کرلیا کہ مسلمانون کے دیرینہ قومی امراض کے علاج کا معاملہ چند دنون کے لئے پس پشت ڈال دیا گیا، اب حالات نے نیا رخ پلٹا ہے، اور نئی صورتین برروے کار آگئی ہین،

ندوۃ العلماء کا سالانہ اجلاس اسی بنا پر تین چار سالون سے موقوف ہے، حالانکہ جن مقاصد اور ضرورتون کے لئے وہ تیس سال پہلے قائم کیا گیا وہ اب پہلے سے بھی زیادہ اہم ہین، اسی لئے ارکان نے تجویز کیا ہے کہ امسال اس کا سالانہ جلسہ مارچ یا اپریل مین خود لکھنؤ مین منعقد ہو،

مقالات

بدنصیب کشمیر
اور
عدلِ شاہجہانی کا نقشِ سنگی

آج کل اخبارات مین مسلمانانِ کشمیر کی مظلومی کی داستانین پڑھکر دل ہل جاتا ہے کہ یہ ملک کے اُن باشندون کا حال ہے، جو وہان کی ۹۵ فی صدی آبادی پر قابض ہین، اور یہ مسلمان باشندے عموماً باہر سے آئے ہوئے نہین، بلکہ زیادہ تر خود اصل ملک کے باشندے ہین، اور اُنھون نے صرف یہ جرم کیا ہے کہ اپنے مذہب کو بدل ڈالا ہے، اور باطل سے نکل کر حق کو قبول کیا ہے،

یہ ناقابلِ انکار واقعہ ہے کہ اس ۹۵ فی صدی آبادی کی تعلیم کا کوئی انتظام نہین اُن کے اوقاف وعمارات کا کوئی خبرگیران نہین، اُن کی بعض بعض مسجدین دفاتر سرکاری اور حکام کے سکونتی مکانات کا کام دیتی ہین محصولون اور ٹیکسون کی کثرت نے مسلمان کاشتکارون کو مفلوک الحال بنا رکھا ہے، صنعت اور پارچہ بافی کے اکثر کاریگر مسلمان ہین، مگر وہ خود اپنی کمائی سے اپنی دولت نہین حاصل کرسکتے، کل کا قصہ ہے کہ ایک سرکاری کارخانہ کو بند کرکے سینکڑون مسلمان کاریگرون کو بیکار کردیا گیا، حضرت شاہ ہمدان کی خانقاہ کی بیحرمتی اور اس کے ایک حصہ کے انہدام کے واقعات اخبارات مین آچکے ہین کشمیر تیموریون کے عہد مین دنیا کی جنت بن گیا تھا مگر آج کوئی جاکر دیکھے کہ یہ جنت دوزخ بنگئی ہے اور لاکھون آدمی وہان سے اپنے آبائی وطن کو خیرباد کہکر پنجاب کے مختلف شہرون مین آباد ہو گئے ہین،

سلطان زین العابدین، والیِ کشمیر نے جس عدل وانصاف، بے تعصبی اور رواداری سے اس ملک پر سلطنت کی اُس کا حال تاریخ کے اوراق بتائین گے، لیکن تیموریون نے جس شان سے

اس خطۂ کشمیر جنت نظیر، کی تربیت، پرورش اور نشو ونما کی تھی، اکبر جہانگیر اور شاہجہان کے کارنامون کا کوئی صحیفہ نہین جسمین اس کے آیاتِ باہرات نہون،

لیکن آج ہم جو چیز اسکی دلیل اور شہادت مین پیش کرنا چاہتے ہین وہ کاغذی تحریر، اور تاریخی دفتر نہین بلکہ سنگی نقش ہے جسکو پڑھکر کشمیر مین تیموریون کے عدل وانصاف کے کارنامے "نقش فی الحجر" ہوجائین گے،

تیموریون کے عہد مین اس خطہ پر جن صوبہ دارون نے حکومتین کین، ان مین سب سے مشہور اور نامور ظفرخان ہے، کشمیر مین ظفرخان سے پہلے جو صوبہ دار تھا، اُس نے بہت سی بدعتین رائج کی تھین، ظفرخان نے بحکم شاہجہانی ان تمام بدعتون کا ازالہ کیا،

ظفرخان پہلے پہل ۵ سنہ جلوس شاہجہانی مین اپنے باپ کی طرف سے نائب ہوکر کشمیر کا صوبیدار مقرر ہوا، ایک سال کے بعد اپنے باپ کی وفات پر وہ اس خطہ کا مستقل صوبیدار بنایا گیا، اور سنہ ۱۲ جلوس تک اس عہدہ پر فائز رہ کر معزول ہوا، اور تربیت خان وہان کا صوبیدار ہوا، ۱۵ سنہ جلوس مین کشمیر مین قحط پڑا، شاہجہان نے وہان کے فاقہ زدہ باشندون کی اعانت مین کوئی کمی اُٹھا نہین رکھی مگر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ تربیت خان سے اس کا انتظام بن نہ آیا، اس لئے ناچار پھر کشمیر کا فرمان ظفرخان کے نام پڑا، مآثر الامراء مین بضمن ظفرخان (جلد ۲ صفحہ ۷۵۹) مذکور ہے،

" چون بعرض رسید کہ تربیت خان صوبہ دار کشمیر باوصف صدور تاکید دار سال زرِ نقد باحوال مساکین آن جا کہ دران سال قحط رو دادہ بود چنانچہ باید نمی پرداز د، مرتبۂ ثانی خان مزبور بصوبہ داری کشمیر دستوری یافت "

۱۶ سنہ جلوس مین جب شاہجہان خود کشمیر گیا اور دیکھا کہ خان مذکور نے رعایا کی خاص ہر دلعزیزی حاصل کرلی ہے، (در جائزہ حسن سلوکے کہ رعایا وسکنۂ آنجا را از خود راضی داشتم) اس کا مرتبہ واعزاز بڑھایا

سنہ ۲۶ جلوس مین ظفر خان یہان سے علحدہ ہو کر صوبہ ٹھٹھہ کا صوبہ دار مقرر ہوا اور بالآخر دارالشکوہ کے فتنہ مین ہر طرف سے عزلت نشین ہو کر لاہور مین اقامت گزین ہوا، اور یہین سنہ ۱۰۷۳ھ مین پیوند خاک ہوگیا،

ظفر خان کی علمی و ادبی خدمات کے تذکرہ کا یہ موقع نہین، یہان صرف اس کے اُن انسانی خدمات کا تذکرہ مقصود ہے جو اس نے اہل کشمیر پر اپنے عہد صوبہ داری مین کئے، اوس نے شاہجہان سے ایک فرمان حاصل کیا، جس کے رو سے اُس کو جدید اصلاحات کا پورا اختیار حاصل ہوگیا، پھر اس غرض سے کہ یہ فرد اصلاحات اگر کاغذی صورت مین سرکاری دفاتر مین رہی تو ممکن ہے کہ آئندہ صوبہ دار اس کو کام مین نہ لائین، اور رعایا اس سے ناواقف ہو کر اُس سے اجراء اور بحالی کا کوئی مطالبہ نہ کر سکے، بنا برین ظفر خان نے اس فرمان شاہی کو سرینگر کشمیر کی جامع مسجد کے جنوبی دروازہ پر باہر کی طرف ایک سیاہ پتھر پر کھدوا کر نصب کرا دیا تاکہ ہر آیند و روند کی اس پر بے تامل نظر پڑ سکے،

ہم شکر گذار ہین کہ غلام احمد صاحب ایک قدردان معارف نے پونچھ (کشمیر) سے اس فرمان کی ایک بعینہ نقل ہمین عنایت فرمائی ہے، جو حسب ذیل ہے، ساتھ ہی ساتھ فارسی سے ناواقف اصحاب کیلئے اس کا اُردو ترجمہ بھی بالمقابل کر دیا گیا ہے،

الله اکبر

نقل فرمان سعادت نشان حضرت سلیمان	ترجمۂ فرمانِ شاہجہانی
مکانی صاحبقران ثانی کہ بتاریخ ہشتم اسفندیار من ماہ الٰہی حسب الالتماس کمترین خانہ زادان احسن اللہ المخاطب بہ ظفر خان در باب برطرف نمودن بدعتہاے کہ در زمان صوبیداران سابق در بلدۂ دل پذیر کشمیر شدہ بود، باعث خرابی رعایا و سکنۂ این دیار بود شرف ورود یافتہ،	اس فرمان کی نقل جسکو شاہجہان نے ۸۔ اسفندیار ماہ الٰہی کو احسن اللہ مخاطب بہ ظفر خان کی درخواست پر اون خرابیون کو جو اُس کے پیشرو صوبہ دار کشمیر کے عہد صوبہ داری مین پیدا ہوگئی تھین، دور کرنے کے لئے لکھا ہے،

چون ہمگی ہمت والا نہمت مصروف و معطوف بر رفاہیت خلق است، بنا برین بعضے امور کہ در خطۂ دل پذیر کشمیر باعث آزار آن دیار می شد حکم فرمودیم کہ برطرف باشد، از جملہ این مقدمات یکے آنست کہ وقت چیدن زعفران مردم را بعنف می بردند، کہ زعفران بچینند و قلیلے نمک بعلت اجورہ آن بآن مردم می دادند از ین جہت بآن جماعہ آزار بسیار می رسد حکم فرمودیم، کہ تکلیف چیدن زعفران بہ کسے نکنند و آنچہ تعلق بخالصہ شریف داشتہ باشد، مزدوران را راضی ساختہ اجورہ واقعی بدہند، و آنچہ تعلق بجاگیر دار داشتہ باشد۔ گل زعفران بجنس حوالہ جاگیر دار نمایند تا بہر طریقے کہ بخواہند بچینند، مقدمہ دیگر آنست کہ در زمان بعضے از صاحب صوبہاے کشمیر بر سر خروار سالی دو دام بعلت ہیزم می گرفتہ اند و در عمل اعتقاد خان چہار دام بآن علت بر سر خروارے	چونکہ ہماری تمام تر توجہ خلق کی بہبودی کی طرف منعطف ہے، اس لئے علاقۂ کشمیر کی بعض کارروائیون کے متعلق جو اُن کے لئے تکلیف دہ ہین ہم حکم دیتے ہین کہ:- (۱) زعفران کے جمع کرتے وقت لوگون کو زبردستی پکڑ کر مزدوری کیلئے لے جاتے تھے، کہ زعفران چنین، اور اُنکی اُجرت مین تھوڑا سا نمک دیتے تھے، اس سبب سے اُن لوگون کو سخت مصیبتون کا سامنا تھا، ہم حکم دیتے ہین کہ اب اس کام کیلئے کسی پر زبردستی نہ کیجائے جو خالصہ شریف (یعنی شاہی) سے متعلق ہو اون کے مزدورون کو راضی کر کے معقول اُجرت دینی، اور جو جاگیر دار سے متعلق ہو اس کو اُسی حالت مین اسکے حوالہ کر دیا جائے تاکہ وہ جس صورت سے چاہے اُسے چنوائے (۲) بعض والیان صوبہ کشمیر کے عہد مین ہر خروار پر ۲ دام لکڑیون کے عوض لئے جاتے تھے، ا

گرفته می شد، چون ازین جهت آزار بسیار نیز بر رعایا
میرسید بنابرین حکم فرمودیم، که بالکل رعایا را از طلب این
وجه معاف دارند، و بعلت هیزم ایچ چیز نگیرند، مقدمهٔ
دیگر آنست، که دهے که جمع آن زیاده از چهار صد خروار
سالی بوده باشد، ازان دو گوسفند حکام آنجا هر ساله
می گرفته اند، اعتقاد خان در ایام صوبگی خود بجائے
گوسفند بر سر هر گوسفندے شصت و شش دام می گرفته،
چون ازین جهت نیز بر رعایا آزار تمام می رسید، بالکلیه
حکم فرمودیم که برطرف باشد، نه گوسفند بگیرند و نه نقد
باین علت، و رعایا را از گرفتن این وجه معاف دارند،
دیگر اعتقاد خان در ایام صوبگی خود سرامیری
موده بر سر هر ملاحے خواه جوان خواه پیر خواه خورد سال
هفتاد و پنج دام می گرفت، معمول قدیم آن بوده که بر سر
جوانے شصت و شش دام و بر سر پیرے دوازده دام
و بر سرے خورد سالے سی و شش دام می گرفته اند،
حکم فرمودیم که دستور سابق را معمول داشته بدعتی که
اعتقاد خان کرده برطرف دانند، و بمقتضاے آن

اعتقاد خان نے ۶۶ دام اسی غرض سے وصول کئے چونکہ
اس سے رعایا کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لئے
ہم نے حکم دیا کہ اس کو سرے سے معاف کر دیا جائے
اور لکڑی کے عوض کوئی چیز نہ لی جائے،
(۳) ایک بات اور یہ ہے کہ جس دیہات کی جمع ۴۰۰
خروار، سے زائد ہو اس سے افسر ہر سال
دو بکرے وصول کرتے تھے، اعتقاد خان نے اپنے عہد
صوبیداری میں ہر بکری کے دام ۶۶ دام وصول کرنے
شروع کئے اور چونکہ یہ بھی رعایا کی تکلیف کا موجب تھا اس لئے
ہم نے حکم دیا کہ اسے بھی بالکل برطرف کر دیا جائے، نہ بکریاں
اور نہ نقد لیا جائے رعایا کو ہر قسم کے مطالبہ سے بری رکھا جائے،
(۴) اعتقاد خان اپنے زمانہ صوبہ داری میں کسی قسم
کے خیال کے بغیر تمام ملاحوں[1] پر خواہ وہ جوان ہوں بچے
ہوں یا بڈھے ۷۵ دام وصول کرتا تھا، حالانکہ دستور قدیم یہ
تھا کہ جوان سے ۶۶ دام، بڈھے سے ۱۲ دام اور بچے سے ۳۶ دام
لئے جاتے تھے، اس بنا پر ہم نے حکم دیا کہ اعتقاد خان نے
جو بدعت شروع کی تھی اس کو موقوف کر کے دستور قدیم کے

ل، معارف: ہمکو معلوم ہوا ہے کہ آجکل انکے بجائے ساٹھ بکریاں لیتے ہیں اور موجودہ حکام اس کا کوئی انسداد نہیں کرتے،

ل معارف: کشمیر میں عموماً امرا اور اہل سیاحت کشتیوں میں رہتے ہیں اور انکی وہاں بڑی آمدنی ہے، اور اب تک یہی حال ہے،

عمل نکنند، مقدمهٔ دیگر آنست، که صاحب صوبها در
وقت میوه در هر باغ و هر باغچه که میوهٔ خوبے گمان داشته
اند کسان خود را تعیین می نموده اند که آن میوه
را بجهت آنها محافظت نمایند و نمی گذاشته اند که صاحبان
آن باغها و باغچها آن میوه را متصرف شوند، ازین
جهت آزار بسیارے بآن جماعه رسیده، چنانچه بعضے
ازان مردم درختهاے میوه را دور ساخته اند، حکم فرمودیم
که هیچ صاحب صوبه قرق میوهٔ باغ و باغچهاے نکند
می باید، که حکام کرام و دیوانیان کفایت فرجام
و عمال حال و استقبال صوبهٔ کشمیر این احکام جهانبانی
مطاع را مستمر و ابدی دانند، و تغییر و تبدیل بقواعد
آن راه ندهند، و هر کس که تغییر و تبدیل را راه دهد
بلعنت خدا و بغضب بادشاهی گرفتار خواهد شد
تحریراً فی تاریخ بست و ششم آذر ماه الٰهی،

مطابق محصول وصول اور عمل کیا جائے،
(۵) صوبہ داروں کا دستور رہا ہے کہ فصل میوہ میں
جن جن باغوں میں اچھے میوے ہوتے تھے، ان میں
اپنے آدمی حفاظت کیلئے مقرر کر دیتے تھے، اور ان باغوں
اور باغیچوں کے مالکوں کو ان سے مستفید ہونے کا کوئی
موقع نہ ملتا تھا، اس وجہ سے رعایا کو سخت پریشانی
ہوتی اور اسی وجہ سے بعض مالکان باغ نے اپنے درختوں
کو اکھاڑ ڈالا ہے ہم نے حکم دیا کہ کوئی صوبہ دار کسی باغ
یا باغیچہ کے میوہ پر قبضہ نہ کرے،
موجودہ اور آیندہ کے حکام کرام، عمال اور دیوانوں
کو ہمارے ان شاہی احکام کو دائمی و ابدی سمجھنا چاہئے
اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہ کریں اور جو شخص ایسا کریگا
اس پر خدا کی لعنت اور بادشاہ کا غضب نازل ہوگا،
مکتوبہ ۲۶ آذر ماہ الٰہی،

مطبع معارف

ہدایائے کعبہ

از

"طالب العلم" مقیم مکہ مکرمہ

قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ لوگ مقدس مقامات مین بیش قیمت ہدایا، تحفے یا نذرانے اس غرض سے بھیجا کرتے ہین کہ اس کے بھیجنے والے کو دنیاوی شہرت وجلالت کے ساتھ آخرت مین بھی ثواب حاصل ہوگا، کعبہ مکرمہ کی عزت وعظمت و تقدس تاریخ کی یاد سے پہلے سے چلا آتا ہے، اور نہ صرف عرب بلکہ دوسری قومین بھی اس کو اسی نظر سے دیکھتی تھین، مصری اس قطعۂ زمین کو جس مین یہ پاک معبد واقع ہے، "بلاد مقدس" کے نام سے یاد کرتے ہین، مجوسیون کا خیال تھا کہ کعبہ مین ہرمزد کی روح نے حلول کیا ہے، اور اس لیے واجب الاحترام سمجھتے تھے۔ صابی بھی اسکو مقدس معبدون مین شمار کرتے تھے، پرانے ہندو بھی اسکو اپنے کسی دیوتا کا مسکن تصور کرتے تھے، کعبہ کے اصنام مین حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کی تصویرین بھی تھین، عیسائی عرب شعرا نے اسکی تقدیس کی قسمین کھائی ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیسائیون کے قلوب کا بھی مرکز تھا، حضرت ابراہیمؑ کی تصویر بھی تھی جو یہودیون کی عقیدت کی طرف اشارہ کرتی ہے، یہی سبب ہے کہ اسلام سے پہلے غیر قومین بھی کعبہ مین اپنے ہدایا اور نذرانے بھیجا کرتی تھین، شاہ ایران، موسس سلطنت ساسانیہ "ساسان بن بابک" کا نذرانہ (یعنی طلائی ہرن اور طلائی تلوارین) زمانۂ اسلام تک موجود تھا، شہنشاہ یمن "تبع" کا کعبہ پر غلاف چڑھانا عرب کی متواتر روایات سے ثابت ہے لیکن اس زمانہ مین وقائع نگاری اور تاریخ نویسی نہ ہونے کی وجہ سے ان سب نذرانون کا حال نہین ملتا،

البتہ ابتدائے اسلام سے اب تک جو کچھ نذرانے سلاطین و امرائے اسلام نے پیش کیے ہین انکی تفصیل تواریخ مکہ مین مفصل مذکور ہے، ہم اس مین سے اہم واقعات ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتے ہین اس سلسلہ مین سب سے پہلی چیز کنز کعبہ، یعنی کعبہ کا خزانہ ہے،

کنز کعبہ | کنز عربی مین خزانہ کو کہتے ہین گویا یہ لفظ فارسی کے لفظ "گنج" کا معرب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب کعبہ بنایا تھا تو اس کے اندر ایک گڑھا کھود دیا تھا کہ اس مین کعبہ کی نذر و نیازات رکھی جائین، چنانچہ اس پر عمل درآمد ہوتا رہا اور کعبہ کے لیئے جو نذرانے آتے تھے وہ اس مین رکھ دیئے جاتے تھے، مگر بدمعاشون کی دستبرد سے بہت کم چیزین بچتی تھین، تاہم ظہور اسلام کے وقت اس مین ستر ہزار اوُقیہ سونا موجود تھا[1] (ارزقی کی تاریخ مکہ) کتب احادیث مین بھی اس خزانہ کا ذکر آیا ہے، صحیح مسلم مین ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ اگر قریش نو مسلم نہ ہوتے تو مین اس خزانہ کو خدا کی راہ مین خرچ کر ڈالتا، بعض روایتون مین ہے کہ تعمیر کعبہ مین خرچ کر دیتا اور کعبہ کو بنائے ابراہیمی کے مطابق کر دیتا (مسلم) حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو بعض صحابہؓ نے انکو مشورہ دیا کہ اسکو کام مین لے آئین مگر انھون نے منظور نہین کیا، (ارزقی) جب حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت ہوا اور وہ کعبہ کے اندر گئے تو انکا ارادہ ہو گیا تھا کہ اسے مسلمانون پر تقسیم کر دین مگر کعبہ کے کلید بردار شیبہ بن عثمانؓ نے عرض کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے اس کو ہاتھ نہین لگایا تھا" یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بیشک ان کا اتباع کرنا چاہیئے (بخاری) سنہ ۲۰۰ھ تک یہ خزانہ موجود رہا، جب حسین الملقب بہ افطس کا مکہ پر قبضہ ہوا تو اس نے اس کا اکثر حصہ اپنے کام مین خرچ کر ڈالا اور کہا کہ کعبہ کو اسکی کیا ضرورت ہے، ہم زیادہ حاجتمند ہین (ارزقی) سنہ ۳۱۷ھ مین جب قرامطہ کا قبضہ ہوا تو وہ بھی

[1] مطبوعہ کتابون مین یہ مکہ کی سب سے قدیم تاریخ ہے۔

کعبہ کے اندر کی نقرئی وطلائی چیزین لوٹ کرلے گیے (قبطی) فی الحال کعبہ مین نہ کوئی گڑھا ہے نہ خزانہ
البتہ چھت مین قیمتی اشیا لٹک رہی ہین جنکا بیان آگے آتا ہے، لیکن ایک حدیث مین آیا ہے کہ
قیامت کے قریب ایک حبشی "ذوالسویقتین" کعبہ ڈھائیگا، اور اس کا خزانہ نکال لے گا (ابو داؤد)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کے نیچے بھی کوئی خزانہ مدفون ہے جو اس زمانہ تک رہیگا، یا اس
سے یہی معلقات کعبہ مراد ہین، واللہ اعلم،

تحلیہ کعبہ خدائے تعالیٰ کا گھر کسی زیب و زینت کا محتاج نہین ہے، لیکن اپنی محبوب چیز کو آراستہ کرنا
طبیعت انسانی کا مقتضا ہے، اس لیے امرا ورؤسا وقتاً فوقتاً کعبہ کے لیے سونے چاندی کی
چیزین بھیجتے رہے ہین، اور اس کے دروازہ اور ستونون وغیرہ پر طلاکاری کرتے رہے ہین اسی
کو "تحلیہ" کہتے ہین، اس تحلیہ کے موجد، آنحضرت صلی اللہ کے جد امجد عبد المطلب ہین، انھون نے
جب زمزم کا کنوان (جو عرصہ سے خشک ہوچکا تھا) از سرنو کھودا تو اس کے اندر سے سونے
کے دو ہرن اور دو تلوارین برآمد ہوئین، یہ چیزین شاہ ایران دمؤس سلطنت ساسانیہ "ساسان
بن بابک" نے کعبہ کے لیے بھیجی تھین، اس وقت مکہ مین جرہم کا زمانہ تھا اور یہ لوگ کعبہ کی نیازات
چرانے لگے تھے، اس لیے ان کے ایک نیک بخت شخص نے یہ چیزین چاہ زمزم مین چھپا دی تھین،
جب حضرت عبد المطلب کو یہ چیزین دستیاب ہوئین تو انھون نے تلوارین گلا کر اس سونے سے
دروازہ کو مطلا کردیا، اور دونون طلائی ہرن کعبہ کی چھت مین لگا دئے (مسعودی وشفاء الغرام)
اور جنھین بعد کو ابولہب نے چرالیا،

زمانۂ اسلام مین سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کے ستونون پر سونے کی
چادرین چڑھائین اور کعبہ کی کنجیان سونے کی بنوائین، انکے بعد عبد الملک بن مروان نے کعبہ
کے ایک ستون کو مطلا کرایا، پھر ولید بن عبد الملک نے اندلس کے مال غنیمت مین سے چھتیس ہزار

دینار بھجوا کر، میزاب، دروازہ کعبہ، ستون، اندر کے کونے مطلا کرا دیئے، جب عباسیون کا دور آیا
تو ہارون رشید یا امین بن ہارون نے عامل مکہ کے پاس اٹھارہ ہزار دینار بھجوائے، اور دروازہ کعبہ کا
پہلا سونا نکالکر اس مین ان دینارون کو شامل کرکے از سرنو دروازہ شریف کو مطلا کرادیا، یہانتک
کہ کیلین، حلقے، چوکھٹین بھی سونے کی لگائی گئین، (ازرقی وفاسی وابن فہد) جب المتوکل علی اللہ
عباسی کا زمانہ ہوا تو کلید برداران کعبہ بنو شیبہ نے اوسکو لکھا کہ کعبہ کے دو کونون مین تو طلاکاری
ہوئی ہے اور دو مین چاندی لگی ہوئی ہے، اگر چارو نطرف سونے کام ہوجائے تو بہتر ہوگا متوکل
نے سونا بھجوا کر ۲۴۲ھ مین وہ دونون کونے بھی سونے کے بنوا دیئے، اور طلائی طوق اور ایک
نقرئی پیٹی بھی بنوا کر کعبہ کے اندر دیوارون پر چڑھادی، اس کام مین آٹھ ہزار منقال سونا اور ستر ہزار
درہم چاندی خرچ ہوئی (شفاء الغرام) معتضد باللہ عباسی کے زمانہ مین (از ۲۵۱ تا ۲۶۹) مکہ مکرمہ
مین علویون اور عباسیون کی خانہ جنگیان ہورہی تھین، خرچ جنگ کے بہانہ سے حکام وقت نے
دروازہ کعبہ کی طلائی چادر اور طلائی چوکھٹ نکال کر اس کے دینار بنا ڈالے، معتضد کو جب اسکی
خبر ہوئی تو اس نے پھر ویسا ہی طلائی دروازہ بنوادیا، ۳۱۶ھ مین خلیفہ المقتدر باللہ العباسی کی والدہ
نے کعبہ کے سب ستونون کو مطلا کرایا، ۵۴۹ھ مین وزیر مصر جمال الدین المقلب بالجواد نے پانچہزار
دینار اپنے داروغہ کے ہمراہ بھیجکر کعبہ کے اندر، کونون مین طلاکاری کرائی، حاکم یمن الملک المظفر
نے دروازہ پر ساٹھ رطل چاندی کی چادر چڑھائی، ۷۳۳ھ مین حاکم مصر الملک الناصر محمد بن قلادون
نے بھی کعبہ کے لیے نیا دروازہ بھیجا تھا جس پر پینتیس ہزار درہم چاندی لگی ہوئی تھی، اسی کے پوتے
الملک الاشرف شعبان نے ۷۷۶ھ مین پھر دروازہ کو مطلا کرایا (شفاء الغرام)

جب دولت عثمانیہ کو خدمت حرمین تفویض ہوئی تو سلطان سلیمان خان قانونی کو اطلاع
دیگئی کہ دروازہ کعبہ کی چاندی بدمعاشون نے چرالی ہے اور دروازہ کی لکڑی نظر آنے لگی ہے،

سلطان نے سنہ ۹۶۱ھ مین حکم دیا کہ دروازہ کو ازسرنو درست کیا جائے، چنانچہ تعمیل کیگئی، اور دروازہ پر چاندی کی چادر چڑھادیگئی اور حلقے اور کیلین بھی چاندی کی لگائی گئین، اس دروازہ پر ایک سو چوالیس رطل چاندی چڑھائی گئی تھی، اس کے علاوہ اس کے حلقے ۱۰ رطل کے تھے (تاریخ قطبی والارج المسکی) سنہ ۱۰۴۰ھ مین سلطان مرادخان رابع کے زمانہ مین جب کعبہ معظمہ کی موجودہ عمارت بنائی گئی تو اس مین نیا دروازہ بھی لگایا گیا جس پر ایک سو چھیاسٹھ ۱۶۶ رطل چاندی چڑھائی گئی، اور ایک ہزار دینار سونے کی طلاکاری کیگئی، یہ دروازہ اب تک موجود ہے، اور اس پر سلطان مرادخان کا نام لکھا ہوا ہے (سنجاری ومراۃ الحرمین) اس سلسلہ مین یہ عجیب بات بھی قابل ذکر ہے کہ سلطان مذکور کے زمانہ مین جب کعبہ کی ازنوتعمیر کی ضرورت ہوئی تو سلطان نے یہ حکم دیا تھا کہ کعبہ شریف سونے اور چاندی کی اینٹون سے بنایا جائے، اس طرح کہ ایک اینٹ سونے کی ہو اور ایک چاندی کی، مگر شیخ الاسلام نے سمجھایا کہ یہ بات ٹھیک نہین ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو اس کا بیش قیمت چیزون سے بنوانا منظور ہوتا تو پہلے ہی سے اسے جواہرات کا کردیتا، سلطان کی سمجھ مین یہ بات آگئی اور اپنا عزم فسخ کرکے پتھر چونا ہی کا بنوادیا (سالنامۂ حجاز)

میزاب الرحمۃ میزاب پرنالہ کو کہتے ہین، کعبہ شریف کی چھت پر بارش کا پانی جمع ہوجاتا تھا، اس کے بہنے کے لیے کعبہ کی غربی دیوار مین ایک پرنالہ لگادیا گیا ہے، اسکو "میزاب الرحمۃ" کہتے ہین، یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ایجاد ہے، انکے بعد ہمیشہ اسکی تجدید ہوتی رہی ہے، سب سے اول ولید بن عبدالملک نے اسے مطلا کرایا، پھر سنہ ۵۳۹ھ مین رامشت نے اور سنہ ۵۴۱ھ مین المقتفی عباسی نے نیا میزاب لگایا، اس کے بعد الناصر العباسی نے نقرہ کا میزاب بھیجا، سنہ ۹۵۹ھ مین سلطان سلیمان خان کی طرف سے نقرئی میزاب جس پر طلاکاری کی ہوئی تھی لگایا گیا، اور پرانا میزاب استنبول بھیج دیا گیا، مگر بنوشیبہ نے کہا کہ یہ ہم کو ملنا چاہئے، ہمارا حق ہے، لہذا اس کے مقابل

بقدر وزن میزاب انکو دوہزار آٹھ سو درہم چاندی دیگئی، سنہ ۱۰۲۱ھ مین سلطان احمد خان عثمانی نے پھر اس کی تجدید کی، اور دوسرا نقرئی میزاب جس مین طلاکاری ومیناکاری کی ہوئی تھی لگایا، یہ میزاب استنبول کے "دارالآثار السلطانیہ" مین اب تک موجود و محفوظ ہے، سنہ ۱۲۷۶ھ مین سلطان عبدالمجید خان نے طلائی میزاب بھیجا اور اب تک یہی میزاب لگا ہوا ہے، اس مین تخمیناً پچاس رطل سونا ہے (دار الفرائد وتحصیل المرام والرحلۃ الحجازیہ)

حجراسود کا تحلیہ حجراسود کی حفاظت کے لیے چاندی کا استعمال حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے، حجاج کی لڑائی مین جب کعبہ مین آگ لگی اور آگ کے اثر سے حجراسود مین کمزوری آگئی تو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے اس کے گرد چاندی کا طوق چڑھادیا تھا، اس کے بعد سنہ ۱۸۹ھ مین خلیفہ ہارون رشید نے اسکی تجدید کی، قرامطہ کے وقت تک یہ نقرئی طوق باقی تھا، سنہ ۳۱۷ھ مین قرامطہ جب حجراسود نکال کر لے گئے اور سنہ ۳۳۹ھ مین جب واپس لائے تو مزید حفاظت کی غرض سے خلیفہ عباسی کی طرف سے تین ہزار سینتیس درہم چاندی کا طوق اردگرد لگادیا گیا، اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس چاندی کی ترمیم ہوتی رہی، جب سلطان عبدالمجید خان کا زمانہ ہوا تو انھون نے سنہ ۱۲۶۸ھ مین اس کے لیئے خالص طلائی طوق بنواکر بھیجا جس پر بسم اللہ اور آیۃ الکرسی اور بعض دیگر آیات مبارکہ کندہ تھین، اور خوبصورت نقش ونگار بھی بنا ہوا تھا، اس کا وزن دس اوقیہ تھا، یعنی گیارہ سو تولہ سونے کا تھا، پہلے کا نقرئی طوق نکال کر استنبول بھجوادیا گیا، اور اس کے بدلے یہ طلائی طوق لگادیا گیا، اس سے قبل کسی نے سونے کا طوق نہین چڑھایا تھا، لوگ کہان ایسی چیز کو چھوڑنے والے تھے، سنہ ۱۲۸۰ھ مین اس مین سے بہت سا سونا کسی نے توڑ کر نکال لیا اور اسکی جگہ سیاہ لاک بھردی، اس وجہ سے سنہ ۱۲۸۱ھ مین سلطان عبدالعزیز خان کو دوسرا طوق بھجوانا پڑا، لیکن اب کے یہ چاندی کا تھا کیونکہ ایک بار تلخ تجربہ ہوچکا تھا، یہ نقرئی طوق رمضان سنہ ۱۲۸۱ھ مین لگادیا گیا اس کے بعد سلطان

عبدالمجید خان ثانی کے زمانہ مین اسکی کچھ درستی ہوئی اور ۱۳۳۰ھ مین سلطان محمد رشاد خان کے زمانہ مین از سر نو دوسرا طوق نقرئی لگایا گیا جو اب تک موجود ہے (قطبی والرحلۃ الحجازیہ وغیرہ)

معلقات کعبہ کعبہ کے اندر چھت مین جو چیزین لٹکائی جاتی ہین اُن کو "معلقات" اور "معالیق" کہتے ہین، ایام جاہلیت مین سب سے پہلے "کلاب بن مرہ بن کعب" نے کعبہ مین نقرہ کار دو مطلا تلوارین لٹکائی تھین، اُس کے بعد عبدالمطلب نے سونے کے ہرن لٹکائے، حضرت عمرؓ نے جب مدائن کسریٰ فتح کیا تو اُن کے پاس دو ہلال زرین ہدیۃً آئے تھے وہ اُنھون نے کعبہ مین لٹکوا دیئے (ناسی وازرقی) عبدالملک بن مروان نے بلور کے دو پیالے اور دو کرن، اور ولید بن یزید نے دو ہلال اور سریر زینبی کعبہ کے لئے بھجوایا تھا، سفاح عباسی نے زبرجد کا ایک قطعہ جسکو "صحیفۂ خضرا" کہا جاتا ہے لٹکوایا، مامون عباسی نے ایک بہت بڑا سرخ یاقوت بھیجا تھا جو سونے کی زنجیر مین حج کے زمانہ مین کعبہ کے دروازہ پر لٹکایا جاتا تھا، معتصم عباسی نے ۲۱۹ھ مین دروازہ کے لئے ایک قفل بھجوایا جو ایک ہزار مثقال سونے کا تھا، کلید بردارون نے خلیفہ سے عرض معروض کر کے یہ قفل تو خود لے لیا اور دروازہ پر وہی قدیمی قفل رہنے دیا، (ازرقی) ۲۵۹ھ مین ملکِ سندھ کا حکمران مشرف باسلام ہوا تو اُس نے کعبہ کے لئے ایک بڑا سا سبز یاقوت اور ایک طلائی طوق جس مین یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی کے پاس بھجوایا اور انکی اجازت سے یہ چیزین کعبہ مین لٹکا دی گئین، ۳۵۹ھ مین المطیع اللہ عباسی نے ایک طلائی قندیل جس کا وزن چھ سو مثقال تھا اور چند نقرئی قندیلین بھجوائی تھین، حاکم عمان نے کعبہ کے لئے قندیلین اور محرابین بھیجی تھین ہر محراب کا وزن ایک قنطار (تقریباً ایک من ۱۲ سیر) سے زیادہ تھا، ۶۳۲ھ مین حاکم یمن نے سونے چاندی کی قندیلین بھجوائین (شفاء الغرام والاعلام) ۷۱۸ھ مین شاہ تاتار سلطان ابوسعید شاہ کے وزیر علی شاہ نے دروازہ شریف کے لئے دو مرصع طلائی حلقے بھجوائے تھے، ہر حلقہ ایک ہزار مثقال سونے کا تھا اور ہر ایک مین چھ چھ موتی اور چھ چھ بخش (؟) جڑے ہوئے تھے، وزیر کے ایلچی نے جب

ان کو دروازہ مین لگانا چاہا تو پہلے تو امیر محمل مصری نے روکا کہ سلطان مصر کی اجازت کے بغیر یہ نہین لگائے جا سکتے، مگر پھر خوشامد درآمد سے اس نے اجازت دیدی، اور وہ حلقے دروازہ مین لگا دیئے گئے، چند روز تو یہ لگے رہے، اُس کے بعد دستبرد حکام ہو گئے، (اخبار الکرام) ۹۸۴ھ مین سلطان مراد خان عثمان نے دو طلائی قندیلین مرصع، کعبہ کے لئے بھجوائین، ۱۰۹۴ھ مین بندر آشی کی ملکہ نے پانچ طلائی قندیلین بھجوائین، جو کعبہ مین لٹکوا دی گئین (اعلام واتحاف للطبری) فی الحال کعبہ کی چھت مین بہت سی قندیلین وغیرہ آویزان ہین جنمین تقریباً ایک سو چاندی سونے کی ہین باقی معمولی، ان مین وہ دونون مرصع کار طلائی قندیلین بھی ہین جو ۹۸۴ھ مین خلفاء عثمانیہ کی طرف سے آئی تھین (الرحلۃ الحجازیہ)

ہدیۂ عجیبہ علامہ ازرقی نے لکھا ہے کہ ملک تبت کا ایک بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا، اس کے پاس آدمی کی شکل کا ایک طلائی بت تھا جس کو وہ پوجا کرتا تھا اس بت کے سر پر ایک جواہر نگار طلائی تاج رکھا تھا، بت کے بیٹھنے کے لئے ایک نقرئی تخت بنا ہوا تھا، اس بادشاہ نے یہ بت مع تخت کے، کعبہ کے لئے ہدیۃً بھجوا دیا، یہ مامون عباسی کا زمانہ تھا، مامون کے پاس جب یہ ہدیہ پہونچا تو اُس نے اپنے ایک فوجی افسر کے ہمراہ ۲۰۱ھ مین یہ چیزین مکہ بھجوا دین، جب حج کر چکا تو وہ تخت مع بت وغیرہ صفا و مروہ کے درمیان نصب کر دیا گیا، اس کے ساتھ ایک لوح سیمین بھی تھی جسمین یہ لکھا ہوا تھا کہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم، ہذا سریر فلان بن فلان ملک التبت وبعث بہذا السریر ہدیۃ للکعبۃ فاحمد واللہ الذی ہداہ للاسلام) یعنی یہ تخت شاہ تبت نے کعبہ کے لئے ہدیۃً بھیجا ہے مسلمانون کو اس کے اسلام لانے پر خدا کا شکر کرنا چاہیے، تین دن یہ تخت و بت شارع عام پر رکھا رہا اس کے بعد کلید بردار کعبہ کے سپرد کر دیا گیا، ایک سال کے بعد یعنی ۲۰۲ھ مین مکہ مین خانہ جنگیان ہوئین اور عامل مکہ نے اخراجات جنگ کیلئے وہ بت اور فرش اور تخت شیشیون سے لیکر

گلا ڈالا اور دینار بنائے، لیکن تاج اور لوح سیمین علامہ ازرقی کے زمانہ تک (سنہ [illegible]ھ تک) کعبہ مین موجود تھی (ازرقی)

کعبہ پر زرپاشی سنہ [illegible]ھ مین حاکم موصل ناصر الدولہ کی لڑکی "جمیلہ خاتون" حج کو آئی تو کعبہ معظمہ پر دس ہزار دینار نثار کئے، اور جب تک مکہ مین رہی حرم شریف مین شمع عنبرین روشن کرتی رہی، یہ اپنے ساتھ برف کا ذخیرہ بھی لائی تھی جسکی سبیل سے عرفات مین تمام حجاج کو سیراب کیا۔ (سنجاری)

تطییب کعبہ کعبہ کے اندر یا دروازہ پر لوبان، اگر وغیرہ خوشبو کی چیزین سلگائی جاتی ہین، اور پردہ پر اور دیوارون پر عطر گلاب، مشک عنبر وغیرہ ملا جاتا ہے اس کو "تطییب کعبہ" کہتے ہین، یہ رسم بہت قدیم ہے، ایام جاہلیت مین بھی بخور سلگانے کا دستور تھا، چنانچہ اسی وجہ سے ایک دفعہ کعبے کے پردہ مین آگ بھی لگ گئی تھی، زمانۂ اسلام مین بھی یہ رسم جاری رہی، حضرت معاویہؓ ہر سال، شام سے ماہ رجب اور موسم حج مین کعبہ کیلئے خوشبو کی چیزین بھجوایا کرتے تھے، اور اس کا بخور ہر نماز کے بعد جلایا جاتا تھا، حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ جب کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اندر باہر سب طرف دیوارون پر خلوق ملا تھا، خلوق چند خوشبودار چیزون کا مجموعہ ہوتا ہے، انہی کے زمانۂ خلافت مین روزانہ ایک رطل بخور کعبہ مین روشن کیا جاتا تھا، اور جمعہ کے دن اس کی مقدار دونی یعنی دو رطل کر دی جاتی تھی، ان کے بعد بھی خلفاء و سلاطین کی طرف سے یہ سلسلہ جاری رہا، دولت عثمانیہ کی طرف سے بھی ہر سال تین سو درہم یعنی ۸۰ تولہ عطر و گلاب خالص، اور دو بندقون مین عرق گلاب اور پانچ ہزار اگربتیان اور بہت سا مشک و عنبر آیا کرتا تھا، عرق گلاب، کعبہ شریف کے دھونے کے کام آتا ہے، کیونکہ سال مین دو بار خانہ کعبہ اندر سے دھویا جاتا ہے، پہلے زمزم سے دھوتے ہین اوس کے بعد گلاب سے (مرآة الحرمین)۔

کسوۂ کعبہ کعبہ شریف پر جو غلاف چڑھایا جاتا ہے اسکی ابتدا ایام جاہلیت مین، ہجرت سے

تقریباً سوا دو سو برس پہلے سے ہوئی ہے، شاہ یمن تبع ابوکرب جب جنگ یثرب سے واپس ہو کر مکہ سے گزرا تو اس نے خواب دیکھا کہ کعبہ پر غلاف چڑھا رہا ہون، بیدار ہو کر چمڑے کا پردہ چڑھا دیا، اس کے بعد پھر بھی خواب دیکھا تو دوسری بار یمانی چادرون کا غلاف پہنایا، اس کے بعد اس کے جانشین چمڑے اور قباطی کپڑے کے غلاف چڑھاتے رہے، قباطی ایک طرح کا سفید و باریک مصری کپڑا ہوتا تھا، ان کے علاوہ اور مال دار لوگ بھی پردے بھیجتے رہتے تھے جو تہ بتہ چڑھا دیئے جاتے تھے، اور جو بچ جاتا اس کو خزانۂ کعبہ مین رکھدیتے تھے، جب قصی بن کلاب کا زمانۂ حکومت ہوا تو اس نے تمام قبائل پر چندہ مقرر کیا اور اس رقم سے ہر سال نیا پردہ چڑھاتا رہا، یہ بات اسکی اولاد کے عہد مین بھی باقی رہی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ نے یمنی چادرون کا غلاف چڑھایا (فتح الباری و ازرقی) آپ کے بعد حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین قباطی کا غلاف چڑھایا گیا، حضرت معاویہؓ کبھی قباطی کا اور کبھی دیبائے رومی کا اور کبھی حبرات یعنی سرخ دھاریدار چادرون کا غلاف پہنایا کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ نے بھی دیبائے رومی کا غلاف پہنایا تھا، جب خلفائے امویین کا قبضہ ہوا تو وہ بھی ہمیشہ غلاف کعبہ بھیجتے رہے، ان کے بعد خلفائے عباسیہ کا زمانہ ہوا تو انکی طرف سے پردۂ شریفہ آنے لگا، خلفائے عباسیہ، غلاف کعبہ کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے، مصر کا بندرگاہ تنیس اپنے قیمتی کپڑون کی وجہ سے مشہور عالم تھا وہان یہ غلاف طیار کیا جاتا تھا، مامون عباسی سے پہلے سال مین دو دفعہ پردہ بدلا جاتا تھا، مگر ان کے زمانہ مین تین بار بدلنے کا حکم جاری ہوا اور سال مین تین دفعہ بدلا جانے لگا، (۱) غرہ رجب کو قباطی کا، (۲) عید الفطر مین دیبائے سفید کا (۳) یوم الترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو دیبائے سرخ کا، ایک عرصہ تک یہ بات قایم رہی اس کے بعد سال مین صرف ایکبار بدلنے کا قاعدہ مقرر ہو گیا جو اب تک جاری ہے، جب عباسیون کی سلطنت کمزور ہو گئی تو غلاف کعبہ کبھی سلاطین مصر اور کبھی شاہان یمن اور کبھی کسی اور معزز و با اثر شخص کی طرف سے آتا رہا، چنانچہ صلیحی۔

(حاکم یمن و مکہ) نے دیبائے سفید کا غلاف چڑھایا تھا، سلطان محمود سبکتگین نے ۴۶۶ھ میں دیبائے زرد کا غلاف بھجوایا، ۴۶۶ھ میں شیخ ابو القاسم رامشت نے اٹھارہ ہزار دینار کا قیمتی غلاف طیار کرا کے پہنایا، سلطان شاہ شیراز نے ۵۵۰ھ میں شاہان مصر سے اجازت لیکر غلاف کعبہ بھیجا تھا، آخرکار سلاطین مصر نے اس کار خیر کو اپنے ذمہ لیلیا اور ملک صالح بن ملک ناصر بن قلادون نے اس کے خراجات کے لئے مصر کے دو گاؤن، "باسوس"، "وسندبیس"، وقف کئے اور اسکی آمدنی سے ہر سال سیاہ ریشمی غلاف طیار ہوکر آنے لگا جب مصر پر دولت عثمانیہ کا قبضہ ہوا اور حرمین شریفین کی خدمت کا شرف آل عثمان کو حاصل ہوا تو سلطان سلیمان خان نے دس گاؤن اور خرید کر وقف کئے جنکی سالانہ آمدنی (اس وقت تین لاکھ پینسٹھ ہزار ایک سو باون درہم نقرہ تھی، اسمین سے دو لاکھ چیتر ہزار درہم کعبہ کے پردہ کے لئے مقرر کئے تھے، اور باقی رقم کی بابت یہ شرط رکھی تھی کہ پندرہ سال تک یہ بقایا جمع ہوتی رہے، ہر پندرہ سال کے بعد ایک بار اس مجموعی رقم سے، کعبہ شریف کا داخلی پردہ اور روضۂ مطہرہ کا غلاف اور دیگر مقامات متبرکہ کے پردے طیار کرا کے بھجوائے جایا کرین، اس کے بعد بھی جو رقم ضرورت سے زیادہ فاضل ہوا کرے وہ بوقت ضرورت فقرائے حجاج پر صرف ہوا کرے، فقرائے حجاج کے واسطے سلطان سلیمان خان نے ایک مستقل وقف بھی قائم کیا تھا، اسی لئے کسوۂ کعبہ کے وقف نامہ مین یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ دونوں وقفون مین سے جس کو ضرورت لاحق ہو وہ دوسرے وقف کی فاضل رقم مین سے بقدر ضرورت لے لیا کرے (مرآۃ الحرمین و اعلام) اس وقت سے ہر سال غلاف کعبہ مصر سے طیار ہوکر آیا کرتا ہے، اس پر آج کل چار ہزار پانچسو گنی مصری (تقریباً ستر ہزار روپیہ) خرچ ہوتی ہین جنکی تفصیل یہ ہے،

عدد گنی مصری

۵۰۵ چاندی کا تار طمع شدہ ۲۴۰۰، تولہ اور بے طمع ۱۵۰۰ تولہ

۱۲۶۴ اجرت زردوزان ۳۴۰ نفر،

۱۱۱۱ قیمت ریشم و اجرت نوربافان ۷۰ نفر

۲۰۰ متفرق اشیاء مثل پارچہ وغیرہ،

۸۵۰ نگران کار و ملازمین کی تنخواہ،

۶۰ انعامات کاریگران،

۱۵۰ شب مہرگون کا خرچ (پردہ جب طیار ہوجاتا ہے اس کی خوشی مین یہ رات منائی جاتی ہے)

یہ غلاف کعبہ، سیاہ ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے نیچے سفید سوتی پارچہ کا استر لگا ہوا ہوتا ہے، یہ دراصل آٹھ ٹکڑون کا مجموعہ ہوتا ہے ہر پردے کا طول ۱۴ گز ۱۰ گرہ اور عرض تقریباً ۵ گز ۹ گرہ ہوتا ہے، کعبہ کے ہر طرف دو پردے لٹکائے جاتے ہین اور پھر سب کو باہم تکمہ بندی کرکے جوڑ دیا جاتا ہے، جس سے سب کا ایک غلاف بن جاتا ہے اسکو اوپر کی طرف چھت کے کنڈون مین اور زمین کی طرف شاذروان کے حلقون مین باندھ دیا جاتا ہے (الرحلۃ الحجازیہ) پردہ شریف مین جابجا "اللہ جل جلالہ" اور "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بنا ہوتا ہے،

حزام | زمین سے تقریباً بیس ہاتھ بلندی پر، کعبہ کے چارون طرف غلاف پر ایک ہاتھ چوڑی نقرئی کام پٹی لگائی جاتی ہے جسکو حزام کہتے ہین، پہلے حزام زر و ریشم کا ہوا کرتا تھا، آل عثمان کے زمانہ سے نقرہ کا ہونے لگا ہے، اس مین بخط ثلث نفیس چاندی کے تار سے مندرجہ ذیل آیات شریفہ لکھی ہوتی ہین:- دروازہ شریف کی جانب، بسم اللہ الرحمن الرحیم، واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس (الی قولہ تعالی) والرکع السجود، واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل (الی قولہ تعالی) انک انت التواب الرحیم، (حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان، بسم اللہ الرحمن الرحیم، قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراھیم (الی قولہ تعالی) فیہ آیات بینات مقام ابراھیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

واذ بوّانا لابراھیم مکان البیت (الی قولہ تعالیٰ) من کل فج عمیق، (غربی جہت یعنی مقام مالکی کی طرف) لیشھدوا منافع لھم (الی قولہ تعالیٰ) ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ شمالی رخ یعنی حطیم کی طرف، عمل فی ایام دولۃ مولانا السلطان ...... (سلطان کا نام مع آبائے واجداد کرام) سنہ ۱۳۳۲ھ سے سلاطین آل عثمان کے بجائے سلطان مصر کا نام ونسب لکھا جانے لگا ہے، لیکن سنہ ۱۳۲۹ھ مین جو پردہ موجودہ چڑھایا گیا ہے، اس مین کسی کا نام نہین ہے بلکہ اس کے بدلے گذشتہ سال کے حزام مین سے حجر اسود ورکن یمانی کے مابین کا ٹکڑا قطع کر کے لگا دیا گیا ہے، کیونکہ مصر کا پردہ تو واپس چلا گیا تھا اور یہ پردہ ساختہ قسطنطنیہ وفرستادۂ سلطان محمد رشاد خان مرحوم ہے جو مدینہ مین سنہ ۱۳۳۳ھ سے آیا ہوا تھا اور اب کام آگیا فسبحانہ ما اعظم شانہ،

کسوۂ داخلی | کعبہ کے اندر بھی دیوارون پر اور چھت پر سُرخ ریشمی پردہ لگایا جاتا ہے، اُس کا نام "کسوۂ داخلی" ہے، اس کی ابتدا حضرت عباسؓ کی والدہ ماجدہ سے ہوئی ہے، ان کا ایک لڑکا کھو گیا تھا، انھون نے نذر مانی کہ اگر لڑکا مل گیا تو کعبہ پر غلاف چڑھاؤن گی، جب وہ مل گیا تو انھون نے اپنی نذر پوری کی (الرحلۃ الحجازیہ عن محاضرۃ الاوائل) سلاطین مصر کا یہ قاعدہ تھا کہ جب نیا سلطان تخت نشین ہوتا تو اس پردہ کو بدلا کرتا تھا، سلطان سلیمان خان نے اُس کو اپنے وقف نامہ کے بموجب ہفدہ سالہ کر دیا تھا مگر اُن کے بعد سلاطین عثمانیہ کا بھی یہ دستور ہو گیا کہ جب نیا بادشاہ تخت نشین ہوتا تو نیا (کسوۂ داخلیہ) بھجواتا تھا، موجودہ پردہ سلطان عبد العزیز خان مرحوم کا بھجوایا ہوا ہے، اون کے بعد کے سلاطین نے نہین بھجوایا، اس پردہ مین سفید حرفون مین یہ کلمات شریفہ بنے ہوتے ہین:

(لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام) نیز چند دائرون مین، (یا حنان) (یا منان) (یا سلطان، یا برہان) بھی منقوش ہوتا ہے،

توابع کسوہ | کعبہ شریف کے غلاف کے ساتھ ہر سال جو پردے آتے ہین اُن کو "توابع کسوہ" کہا جاتا ہے وہ یہ ہین:-

(۱) دروازہ کا پردہ، اس مین بھی نقرئی تار سے سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی ودیگر آیات شریفہ لکھی ہوتی ہین، (۲) مقام ابراہیم کا غلاف، اس مین بھی آیات شریفہ منقوش ہوتی ہین، (۳) مقام ابراہیم کے دروازہ کا پردہ، اسمین سورۂ انا فتحنا کی ابتدائی آیات مبارکہ واسماے حسنہ منقوش ہوتے ہین (۴) باب التوبہ کا پردہ، اسمین آیت (واذا جاءک الذین یومنون بآیاتنا، الی قولہ تعالیٰ، انہ غفور رحیم) وغیرہ مسطور ہوتی ہین، (۵) کلید کعبہ کی تھیلی، یہ زرین کار ہوتی ہے اور آیات وکلمات شریفہ منقوش ہوتے ہین، (۶) منبر کے دروازہ کا پردہ، اس پر بھی آیات شریفہ اور سلطان کا نام ہوتا ہے،

درج الکعبہ | بنائے ابراہیمی مین کعبہ کا دروازہ زمین دوز تھا، قریش نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو دروازہ زمین سے بہت اونچا کر دیا تاکہ بغیر انکی اجازت کے کوئی داخل نہ ہو سکے (مسلم)، اس لئے اس مین داخل ہونے کیلئے سیڑھی لگانے کی ضرورت پڑی، سیڑھی کو عربی مین "درج" کہتے ہین، وقتاً فوقتاً امراء اسلام کعبہ کے لئے سیڑھیان بھجواتے رہے ہین، علامہ ازرقی (سنہ ۳۳۷ھ) کے زمانہ مین ساج کی لکڑی کی سیڑھی تھی، سنہ ۸۱۸ھ مین مویدچرکسی نے بھی ایک سیڑھی بھیجی تھی سنہ ۱۰۱۱ھ مین ہندوستان سے حسین بن حمیدان نے ایک سیڑھی بھجوائی تھی مگر وہ سنہ ۱۳۲۲ھ تک جدہ مین پڑی رہی کہ سلیمان پاشا والئی جدہ نے اُس کے استعمال کی اجازت نہین دی، جب یہ حاکم چلا گیا اور محمد پاشا والئی جدہ ہوا تو اس نے وہ سیڑھی پانچسو ریال مین خرید کر کے بھجوا دی، چند روز تک اس کا استعمال ہوا اُس کے بعد امیر مکہ نے اسے اٹھوا دیا کہ استنبول سے اجازت ہونی ضروری ہے، آخر کار استنبول سے اجازت آگئی، اور سنہ ۱۳۲۳ھ سے اس کا استعمال ہونے لگا (اتحاف فضلاء الزمن) سنہ ۱۲۸۴ھ مین نواب مدراس محمد منور خان نے گیارہ سیڑھیون کا ایک زینہ ساج

کی لکڑی کا بنوا کر بھیجا جو اب تک موجود ہے اور ہمیشہ عام داخلی میں یہی کام آتا رہتا ہے، اس مین
پیتل کے کٹہرے یا جالیان لگی ہوئی ہین جن پر طلا کاری ہوئی ہے اس پر "سلیمہ منور" لکھا ہوا ہے (مراۃ
الحرمین) سنہ ۱۲۹۷ھ مین نواب کلب علی خان والئی رام پور نے بھی ایک نقرئی زینہ بھجوایا، یہ بھی لکڑی کا
ہے مگر اس پر چاندی کی چادر چڑھی ہوئی ہے، اسکی لاگت پچاسی ہزار تین سو ترسٹھ روپیہ پندرہ آنہ کی ۸۵۳۶۳
علما نے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا تھا اور حکام نے بھی اس کو نصب کرنا منظور نہین کیا تھا
مگر بہت کوشش والتجا کے بعد اجازت سلطانی آگئی اور یہ حکم ہوا کہ صرف عورتون کیلئے اس کا
استعمال ہوا کرے (اخبار الصنادید یعنی تاریخ رام پور) کچھ عرصہ تک تو اس کا استعمال جاری رہا اس کے
بعد بالکل موقوف ہوگیا اور فی الحال وہی مدراسی زینہ عورتون کے لئے بھی لگایا جاتا ہے، بعض لوگون
کا بیان ہے کہ اس کی چاندی جابجا سے کم ہوگئی ہے اور اس کے بجائے ٹین کے ٹکڑے جڑ دیئے گئے
ہین، واللہ اعلم بالصواب، یہ تو دروازہ کعبہ کے زینے کا ذکر ہوا، اس کے علاوہ کعبہ کے اندر چھت پر
جانے کے لئے بھی ایک سیڑھی درکار ہوتی ہے اس کے واسطے بھی ۸۲۳ھ مین ملک مؤید مصری نے اور
۸۶۳ھ مین ملک ظاہر خوش قدم نے اور ۱۱۱۵ھ مین سلطان مصطفی خان عثمانی نے سیڑھیان بھجوائی
ہین، (مراۃ الحرمین)

خدام کعبہ | غالباً آپ کو تعجب ہوگا کہ "نیازات کعبہ" کو "خدام کعبہ" سے کیا مناسبت ہے، مگر یہ
معلوم ہوکر آپ کا تعجب رفع ہو جائیگا کہ سلاطین اسلام نے اور چیزون کی طرح خدمت کعبہ کیلئے
وقتاً فوقتاً خدام بھی نذرانہ مین پیش کئے ہین، سب سے پہلے حضرت معاویہؓ نے چند غلام خرید کر مکہ بھیجے تھے
اور ان کو خدمت کعبہ پر مقرر کیا تھا (اخبار الکرام) ان کے بعد سلاطین و امرا، رومی، حبشی، ہندی
(مراۃ الحرمین ذکر اغوات مدینہ) خواجہ سرا جنکو یہان اغوات کہا جاتا ہے بھجواتے رہے، ان کی
تعداد ہر زمانہ مین گھٹتی بڑھتی رہی ہے، دولت عثمانیہ کے زمانہ مین یہ قاعدہ ہوگیا کہ ہمیشہ چالیس

آغا رہا کرین، اس سے کم نہ ہونے پائین، البتہ اس سے زیادہ ہونے کا حرج نہ تھا بلکہ احتیاطاً چند فوجی
ملازمین، کے نام سے رکھے جاتے تھے کہ ان چالیسون مین سے کوئی مرجائے تو ان مین سے اس کے
بدلے شامل کرلیا جائے، اغوات کے ذمہ یہ کام ہین، خانۂ کعبہ کے دروازے کے اور مطاف کے
کے چراغ روشن کرنا، مطاف کو صاف رکھنا، حرم شریف مین لوگون کی نگرانی رکھنا کہ شور و غل
وغیرہ نہ ہونے پائے،

فی الحال ان کی تعداد روزبروز گھٹ رہی ہے کیونکہ عرصہ سے ان کی آمد موقوف ہوگئی
ہے اکثر استنبول سے آیا کرتے تھے، اور بعض، اعیان مکہ کی طرف سے ہدیۃً داخل کردیئے جاتے
تھے، اس کا چودھری ہوتا ہے جسکو "شیخ الاغوات" کہا جاتا ہے، اس کا ایک نائب "نقیب الاغوات"
بھی ہوتا ہے، ان کی آمدنی کے دو ذریعہ ہین (۱) تنخواہ (۲) اوقاف حجاز و یمن و عراق و مغرب وغیرہ
ان کا باقاعدہ مستقل ایک محکمہ ہے جس کے سپرد ان کا نظم و نسق، آمد و خرچ کا انتظام، تادیب وغیرہ
ہے اور کسی کو اس مین دخل دینے کا حق نہین ہے (مراۃ الحرمین)

منبر | حرم محترم مین منبر کی ابتدا حضرت معاویہؓ کے زمانہ سے ہوئی ہے، ان سے قبل خطبا حطیم
کے اندر قبلہ رو کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا کرتے تھے، جب حضرت معاویہؓ ۴۴ھ مین حج کو آئے تو انھون
منبر بنوا کر اس پر خطبہ پڑھا (محاضرۃ الاوائل) حضرت معاویہؓ والا منبر ہارون رشید کے زمانہ تک
رہا جب ہارون رشید کے عامل مصر نے نیا منبر بھجوایا تو وہ پرانا منبر اٹھا دیا گیا، ۳۲۶ھ مین ملک اخشید
حاکم مصر نے، اور ۷۹۷ھ مین برقوق مصری نے اور ۸۱۸ھ مین ملک مؤید
جرکسی حاکم مصر نے لکڑی کے منبر بھجوائے، ۸۷۷ھ مین سلطان قایتبائی شاہ نے نہایت
خوبصورت و طلا کار چوبی منبر بھجوایا، ۹۶۶ھ مین سلطان سلیمان خان نے موجودہ منبر بھجوایا
یہ سنگ مرمر کا ہے اور نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے، اس پر "انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ

الرحمٰن الرحیم ۔۔ کندہ ہے ۔ (مرآۃ الحرمین)

تنویر حرم — حرم شریف مین روشنی کی ابتدا بھی حضرت معاویہؓ نے کی ہے، ۴۴ھ مین جب حج کو آئے تھے تو حرم مین کافی روشنی کا انتظام کر کے گئے تھے، پھر ہر سال شام سے قندیلین اور روغن زیتون بھجوایا کرتے تھے۔ ان کے بعد عبد الملک بن مروان نے یہ اضافہ کیا کہ مطاف مین بھی چاہ زمزم کے پاس ایک ستون قائم کر کے اس مین بڑی سی قندیل لٹکوائی۔ واثق باللہ عباسی نے ۲۳۱ھ مین مطاف کے اردگرد دس ستون نصب کئے، اور ہر ستون مین آٹھ آٹھ بڑے بڑے آویزے (جھاڑ) لٹکائے اس کے بعد ان ستونون مین اضافہ ہوتا رہا اور ۳۳۱ھ مین ان ستونون کی تعداد ۳۲ اور قندیلون کی تعداد ۹۷ تک پہونچ گئی، آخر کار ۱۲۷۰ھ مین سلطان عبد المجید خان نے مطاف کے اردگرد ۳۵ ستون قائم کئے اور ان مین ۲۱۰ قندیلین لٹکوائین، اس کے علاوہ حرم شریف کے دالانون مین بھی ۷۰۰ قندیلین اور صحن حرم مین ۳۶، اور دروازون پر ۴۸ قندیلین لٹکائی گئین ان کے لئے ہر سال حکومت عثمانیہ کی طرف سے ۷۸۹۱ (اوقیہ) یعنی تقریباً چھ سو پندرہ من روغن زیتون آیا کرتا تھا، اس کے علاوہ کعبہ معظمہ اور مقامات اربعہ کے شمع دانون کے لئے ۱۴۵ (اوقیہ) شمع کافوری اور ۱۰۴۰ (اوقیہ) معمولی موم بتی بھی آیا کرتی تھی (مرآۃ الحرمین) رمضان ۱۳۳۶ھ سے حرم میں روغن زیتون کا استعمال موقوف ہوگیا اور اس کے بدلے (گیس) کی روشنی ہونے لگی، اس کے بعد ۱۳۳۹ھ سے برقی روشنی کا بھی اضافہ ہوگیا، فی الحال بعض جگہ گیس کی اور بعض جگہ برقی روشنی ہوتی ہے جس سے ظاہر بینون کی نظر خیرہ ہوجاتی ہے مگر اہل ذوق کو جو لطف "شجرۂ مبارکۂ زیتونیہ" کی ٹمٹماتی روشنی مین آتا تھا وہ اس مین کہان؟

——— . ———

نفسیات اشتہارات

(۲)

از مولوی وہاج الدین صاحب بی اے، بی ٹی پروفیسر نفسیات عثمانیہ کالج اورنگ آباد دکن

مئی ۱۹۲۴ء کے معارف مین اسی عنوان سے ایک مضمون سپرد قلم کیا جاچکا ہے، اس مین یہ کوشش کیگئی تھی کہ اشتہارات کے اساسی اصول سے ناظرین کو روشناس کیا جائے یہ مضمون اسی کا سلسلہ ہے، مین اپنے محترم عنایت فرما مولوی عبد الماجد صاحب بی اے کا ممنون ہون کہ انھون نے میرے دیکھنے کے لیے کسی انگریزی اخبار کا ایک ٹکڑا بھیجا جس مین ویمبلے کے شعبۂ اشتہارات کے ایک جلسہ کے حالات درج تھے،

ہمارے ہندوستانی مشتہرین جو اشتہار بازی کے بیش پا افتادہ اصولون سے بھی ناواقف ہین، شاید یہ سنکر تعجب کرین کہ ویمبلے کی عظیم الشان نمائش مین جہان اور بہت سے شعبے اور محکمے قائم ہین، وہان اشتہار بازی کا بھی ایک مستقل شعبہ ہے جو "بین الاقوامی مجلس اشتہارات" (International Advertising Convention) کے نام سے موسوم ہے، ابھی حال ہی مین اس مجلس کا ایک اجلاس ہوا ہے، جس مین تمام دنیا کے مشاہیر تجار و دیگر سر برآوردہ اصحاب کے روبرو ہندوستان مین یورپی اشتہار بازی کے متعلق تقریرین ہوئین، ان تقریرون مین اگرچہ اشتہار بازی کے نفسیاتی اصولون سے کوئی بحث نہین کی گئی، پھر بھی ایسی بہت سی باتون پر بحث کیگئی جو شاید ہندوستانی، اور خصوصاً اردو مشتہرین کے لیے خالی از منفعت نہ ہون، ان تقریرون کے ضروری اقتباسات، اپنے خیالات کے ساتھ

پیش کیے جاتے ہین، ان سے ہمارے یہان کے مشتہرین کو معلوم ہو جائے گا کہ ہندوستان مین مغربی تجارت کی کامیابی مین اونکی کامیاب اشتہار بازی کا کہان تک دخل ہے، اور وہ لوگ اشتہارات مین کن اصولون کو مدنظر رکھتے ہین،

سب سے پہلے مسٹر ڈبی کیمبر نے ہندوستانی بازارون کی حالت پر تبصرہ کیا، انکی یہ رائے نہایت صحیح ہے کہ دوسرے ممالک کی بہ نسبت ہندوستان مین اشتہارات کی کامیابی کے بہت زیادہ مواقع ہین، اسکی وجہ یہ ہے کہ یہان کے بائع، دوکانداری اور نمائشِ اشیاء کے اصولون سے ناواقف ہین، دوسرے درجہ کے شہرون کا تو ذکر ہی کیا، بڑے بڑے تجارتی شہرون مین بھی بہت کم ایسی ہندوستانی دوکانین نظر آئین گی جہان کہ اشیاء کو خوشنما اور جاذبِ توجہ طریقہ پر سجایا جاتا ہو، "Shop windows" (دریچہ ہائے دوکان) جو ہر انگریزی دوکان کا ضروری جزء خیال کیجاتی ہین، ہماری نظرون مین کوئی اہمیت نہین رکھتین، اس کا راز اگر ایک طرف ہماری تجارتی پستی مین مضمر ہے، تو دوسری طرف ہندی بلکہ ایشیائی فطرت بھی اسکی بڑی حد تک ذمہ دار ہے، ہماری فطرت سادگی پسند ہے، اور تجارت مین نمائش سے اتنی ہی دور رہتی ہے جتنی کہ زندگی کے اکثر شعبون مین، اس مین شک نہین کہ مغربی اصولون کے تصادم سے یہ بات رفتہ رفتہ مٹتی جا رہی ہے، لیکن اب بھی کم از کم ساٹھ فیصدی تاجر اور دوکاندار ایسے نظر آتے ہین جو یا تو بازارون مین سڑکون پر اپنا بساط خانہ پھیلائے ہوئے بیٹھے رہتے ہین، یا پھر اپنی دوکان کے اندر ایک عجیب بے نیازی کی شان کے ساتھ بیٹھے یا لیٹے نظر آتے ہین، اور اپنی کساد بازاری کو خریدارون کے فقدانِ مذاق پر محمول کرتے ہین، اور یہ نہین سمجھتے کہ اس دور مسابقت نے گاؤن یا شہرون کے حدود کو توڑ کر تمام عالم کو مد مقابل کر دیا ہے، اور آجکل "مشک کی خوشبو" کے علاوہ "عطار کی گویائی" کا بھی تجارت کی کامیابی مین بہت بڑا دخل ہو گیا ہے،

دریچون کی نمائش کے علاوہ، اشتہار بازی کا ایک اور طریقہ یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے کاغذون پر جلی قلم سے اشتہار لکھکر شہر کے متعدد حصون مین اسے چسپان کیا جائے، بڑے بڑے شہرون مین ہمین اس قسم کے "پوسٹر" نظر آتے ہین، لیکن ان سے بھی پوری طرح فائدہ نہین اُٹھایا جاتا، ان مین سے اکثر تو کھیل، بائسکوپ وغیرہ کے اشتہارات ہوتے ہین، اور اگر کسی چیز کے متعلق کبھی اشتہار دیا جاتا ہے تو وہ ایسا مضحک اور بے سر و پا ہوتا ہے کہ خریدارون کی احتیاج مین شدت پیدا کرنا تو درکنار، اس سے اولٹا تنفر پیدا ہوتا ہے، کسی اشتہار مین جلی قلم سے "خوشخبری" لکھا ہوا ہوتا ہے، اوس کے نیچے کسی نئی دوکان کے قائم ہونے کی اطلاع ہوتی ہے، کہین بڑے بڑے حرفون مین "مفت، مفت، مفت" لکھا ہوا نظر آتا ہے پوسٹر اشتہارات کی عبارت ایسی ہونی چاہئے کہ جتنی مرتبہ انھین پڑھا جائے، اتنا ہی وہ اپنی مختلف ترغیبی خصوصیات کی بدولت زیادہ جزء و نفس بنتے رہین اور اندر ہی اندر خریدارون کی خواہشات کو اُکساتے رہین،

انگریزی مشتہرین نے گلی کوچون مین اشتہار بازی کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے، وہ لوہے کی روغنی چادرون کا استعمال کرتے ہین، اور انھین شہر کے ممتاز مقامات، مثلاً اسٹیشن، چوراہے، باغ وغیرہ مین آویزان کر دیتے ہین، اگر ان چادرون کا استعمال ایک طرف اپنی قیمت کی وجہ سے بے سر و پا اشتہار بازی کو روکتا ہے، تو دوسری جانب یہ زیادہ پائدار بھی ہوتی ہین، اور پوسٹرون کی طرح موسمی تغیرات کا اثر اس پر نہین ہوتا، سیلفس فوڈ ([illegible])، پیرس سوپ Pears soap، اسٹیفن کی روشنائیان، غرضکہ متعدد چیزونکے اشتہارات ہمین انھین چادرون پر لکھے ہوئے نظر آتے ہین، لیکن کسی ہندوستانی مشتہر کی طرف سے ایسا ایک بھی اشتہار ہماری نظرون سے نہین گذرتا، اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو اخراجات کی زیادتی انھین ان آہنی تختون کے مستقل فوائد نہین دیکھنے دیتی، علاوہ

ازین وہ اپنے انوکھے، جالب توجہ اور مضحکہ خیز اشتہارات کیلئے ان کو موزون نہین پاتے، کیونکہ ان کو ہمیشہ "نئی سرخیون" کی فکر رہتی ہے، مسٹر کیمر کی رائے مین، ان روغنی ٹکڑون کا استعمال اس وجہ سے نہین ہوتا کہ:-

"عام طور پر ادنیٰ درجہ کے ہندوستانی ان ٹکڑون کو اپنی دیوارون کی زیبائش یا چھتون مین لگانے کی غرض سے چرا لیا کرتے ہین"

اس رائے کے متعلق ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ یہ ایک انگریز کی رائے ہے، جسے وہ ہندی اخلاق کی پستی سے تعبیر کرتے ہین، اور سے ہم صرف ہندی مشتہرین کی لاعلمی کا نتیجہ سمجھتے ہین، تعجب ہے کہ انگریزی مشتہرین کی طرف سے جو روغنی چادرین شہر کے مختلف حصون مین آویزان کیجاتی ہین انھین کیون نہین چرایا جاتا!

ہندوستان مین جہان زندگی کے دوسرے شعبے، مذہب، رسم ورواج، ذات اور روایات کے پیچیدہ اثرون کے تابع ہین، اسی طرح خرید وفروخت، تجارت وغیرہ بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکین، مثلاً اکثر ذاتین خاص خاص اشیاء خورد ونوش کا استعمال مذہباً ناجائز سمجھتی ہین، یہی وجہ ہے کہ یہان ان چیزون کے اشتہارات زیادہ کامیاب نہین ہوتے اور دوسری اشیاء کے اشتہارات مین بھی اس کا خاص طور پر خیال رکھنا پڑتا ہے کہ یہ کسی ذات یا فرقہ کے حسیات کے خلاف نہ ہون، تعجب وافسوس کی بات ہے کہ اس معاملہ مین مغربی مشتہرین، ہندوستانی اشتہار بازون سے زیادہ ہندوستانی فطرت کو سمجھے ہوئے ہین، ایک انگریز مقرر کے الفاظ سنو،-

"یورپ مین اشتہار بازی، ہندوستان کی بہ نسبت کہین زیادہ آسان ہے، ذات کی تفریق، رسم ورواج، مختلف اقوام کا مختلف خوراک سے پرہیز کرنا، ان سب باتون کی

وجہ سے کچھ وہی ہندوستان کے لیے موزون اشتہارات تیار کر سکتے ہین جو وہان کا تجربہ اور مقامی حالات سے واقفیت رکھتے ہون"

اشتہارات وہی کامیاب ہوتے ہین جنکے تیار کرنے والے انسانی فطرت، اسکی خوبیون اور کمزوریون سے واقف ہون، اور علمی نفسیات کی واقفیت کے ساتھ ساتھ وسیع نظر بھی رکھتے ہون، اور نوعی اور انفرادی اختلافات طبائع کو بھی پیش نظر رکھتے ہون، عام طور پر نفس انسانی بے شمار داخلی محرکات کے زیر اثر ہے، لیکن انھی محرکات مین سے بعض ایسے ہین جن کا اثر کسی ایک قوم مین دوسرے کے بہ نسبت زیادہ دیکھنے مین آتا ہے، اپنے گذشتہ مضمون مین ہم نے ان نفسیاتی خصائص سے بحث کی تھی جن پر اشتہار کی ترغیب منحصر ہے، لیکن کیا ہمارے مشتہرین ان سے واقف ہین یا ان پر عمل کرتے ہین؟ وہ صرف یہ کوشش کرتے ہین کہ اشتہارات پر "نظر پڑ جائے" اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے "عجائب پسندی" کے فطری شوق سے کام لیتے ہین اور صرف "عنوان" اور "سرخیون" کے درپے رہتے ہین، اب تھوڑی دیر کیلئے یہ مان بھی لیا جائے کہ عجائب پسندی کا شوق "مشرقی اقوام مین مغربی قومونکی بہ نسبت زیادہ" ہے، پھر بھی صرف یہی ایک محرک اشتہار کی کامیابی کا ضامن نہین ہو سکتا، اس شوق سے کام لے کر ہم ناظرین کے ذہن مین کسی سلسلہ خیالات کا آغاز ضرور کر سکتے ہین، لیکن اسکے استمرار کی بھی کوئی سبیل ہونا چاہیے؟ اس حقیقت کو ابھی تک نہین سمجھا گیا ہے مثلاً سطوت، یا شخصیت کے اثر ہی کو لو، ہر قوم ان سے متاثر ہوتی ہے لیکن نسبتہ ان کا چرچا ہندوستان مین زیادہ ہے، دوسرے ممالک کے مقابلہ مین یہان نام زیادہ بکتا ہے، اگر ایک مرتبہ عوام کی نظرون مین کسی کا اعتبار قائم ہو جائے، تو اسکو آسانی کے ساتھ شہرت دوام حاصل ہو جاتی ہے، "راجس" (Rodgers) کے چاقو چھریان، ہنکس کے لیمپ، ڈیٹز کی

دستی قندیلین (Lanterns) ، لٹین کی چائے " ہاتھی چھاپ " کا مٹی کا تیل ، ولیٹ اینڈ کمپنی کی گھڑیان ، یہ سب کی سب اس مرتبہ کو پہنچ چکی ہین ، اس کے برخلاف اگر ایسے ہندوستانی مشتہرین کو تلاش کرو جوان ہی کی طرح مشہور و مقبول ہو چکے ہون ، تو تمھین معدودے چند مثالین نظر آئینگی ، کیمر صاحب ہندی فطرت کی اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہین ،

" ہندوستان کے متعلق میرا تجربہ یہ ہے کہ وہان انگلستان کی طرح فوری اثر تو نہین ہوتا ، لیکن نتائج ضرور دیر پا ہوتے ہین ، اور اسی وجہ سے ہندوستان مین ایک دفعہ " بھوار " کا قائم ہو جانا ، انگلستان کے اتنے ہی بڑے " بھوار " سے کہین زیادہ مفید ہوتا ہے ، قدیم زمانے مین ہندوستان مین راجرس کے چاقو اور چھریان بہت کچھ مشہور ہوئے تھے ، اور لباطون کے لیے ایسی چیزون کو " راجرس " کے کارخانہ کا بتلا کر بیچنا بہت آسان تھا ، جو اس کے کارخانہ مین کبھی تیار بھی نہین ہوئین ، مثلاً انگریزی ٹوپیان ! ہندوستان مین کسی اچھے نام کو دیکھکر ، اوس کے ساتھ " چمٹ جانے " کی یہ ایک ادنی مثال ہے "

کیا ہمارے ہندوستانی مشتہرین ، ہندی فطرت کی اس خصوصیت سے فائدہ نہین اٹھا سکتے ، اگر وہ با اصول اور صداقت آمیز تجارت و اشتہار بازی سے ایک دفعہ اپنا وقار قائم کر لین ، تو ان کو روز روز عجیب و غریب اشتہارات دینے کی ضرورت نہ ہو ،

" ڈیلی کی " مین - قومی مجلس اشتہارات " اس غرض سے قائم ہوئی ہے کہ تمام ممالک مین اخباری اشتہارات کی اصلاح کرے ، یہ مجلس فنِ اشتہار بازی کے متعلق ایک کتاب کی ترتیب بھی کر رہی ہے جو ابھی تک شائع نہین ہوئی ہے ، ان لوگون کے لیے جو نفسیات سے واقف نہین ہین ، یہ کتاب بہت مفید ہوگی ، کیا ہمارے یہان کے مشتہرین اب بھی پرانی روش پر پڑے رہین گے ، اور بالواسطہ ، ہندوستانی تجارت کو نقصان پہنچاتے رہین گے ، ضرورت ہے کہ اردو اشتہارات کو بھی انکی موجودہ سطح سے بلند کیا جائے اور زمانہ کی بدلی ہوئی حالتون کے اعتبار سے انھین بھی بدلا جائے ، کسی زمانہ مین انگریزی اشتہار مین بھی " غوغائیت " (Barnumism)[1] کا دور دورہ تھا ، آج کل کے ہندی اشتہارات کی طرح کبھی انگریزی اشتہارات بھی اپنی بلند آہنگی کے لیے مشہور تھے ، اڈنبرا کا ایک واقعہ ہے کہ وہان کسی بازار مین ایک مصور نے اپنی دوکان قائم کی اور اس پر لکھدیا :-

" یہان اڈنبرا مین سب سے زیادہ اچھی تصویرین تیار کی جاتی ہین - "

اتفاق سے دکان کو خوب فروغ ہوا ، ایک اور مصور نے بھی وہین اپنی دکان کھولی ، اور اپنی فوقیت ظاہر کرنے کے لیے اس پر یہ لکھوایا :-

" یہان تمام انگلستان سے اچھی تصویرین تیار ہوتی ہین "

ان دونون کے چلتے ہوئے کاروبار کو دیکھ کر ایک اور مصور نے بھی وہین دکان کرایہ پر لی اور عجیب ظریفانہ انداز مین اپنے پیشرو دن پر اپنی برتری کا اظہار کیا ، اس نے صرف یہ عبارت استعمال کی ،

" یہان اس گلی مین سب سے اچھی تصویرین بنائی جاتی ہین "

لیکن آج کل اسم صفت کا استعمال پہلے کی طرح فراخدلی کے ساتھ نہین ہوتا ، اور

[1] فی نیاس ٹیلر ، بارنم (۱۸۱۰ء - ۱۸۹۱ء) ایک امریکی " مستمد " (Canvasser) تھے تجارت مین انسانی شور اور ہنگامہ آرائی کے سب سے پہلے موید تھے ، انھین چیزون کو وہ تجارت کی کامیابی کا راز سمجھتے تھے ، ان کا اصول تھا کہ جو تاجر سب سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ اپنا مال مشتہر کرے گا ، وہی سب سے زیادہ کامیاب ہوگا لفظ Barnumism انھی کے نام سے مشتق ہے ، ہمنے بجائے " بارنمیت " کے " غوغائیت " کو زیادہ پسند کیا ۔ دیباچہ الدین

اور ہو بھی کیسے سکتا ہے، اس قسم کے مشتہر نہ صرف بدنام ہوتے ہین، بلکہ عام طور پر لوگون کو اشتہارات کی طرف سے بدظن کر دیتے ہین، چنانچہ ہمارے یہان، اشتہاری کا لفظ عموماً کسی تحقیر کے لیے مستعمل ہوتا ہے، جیسے اشتہاری حکیم، یا اشتہاری دوا، اشتہاری مدرسہ وغیرہ،

آج کل تجارت، اور اشتہارات کی کامیابی کے لیے صداقت بہت ضروری ہے لنکاان (Lon con) کا قول ہے:-

"تم کچھ لوگون کو ہمیشہ بے وقوف بنا سکتے ہو، اور سب لوگون کو تھوڑے عرصہ کے لیے دھوکہ دے سکتے ہو، لیکن تم ہمیشہ سب لوگون کی آنکھ مین خاک نہین ڈال سکتے"

بڑے بڑے تجار جیسے ٹامس بیرٹ (پیر سوپ کے کارخانہ کے مالک) اب آجکل اس کا خاص طور پر لحاظ رکھتے ہین کہ کوئی غلط بیان نہ درج کیا جائے، اب رفتہ رفتہ اشتہار بازی کو بھی قعر ذلت سے باہر نکالنے کی کوششین ہو رہی ہین تاکہ لوگون کو مشتہرین کی خوش معاملگی کا تجربہ ہوجائے اور اخباری اشتہارات کی طرف سے ان کا سوءظن جاتا رہے، ڈیمبلے کی مجلس اشتہارات نے جن اصولون کو مدنظر رکھکر اس اصلاح کی کوشش کی ہے، وہ اگرچہ مفصل طور پر اسی وقت معلوم ہوسکین گے جبکہ اونکی مجالس کی مکمل رودداد شایع ہو، تاہم مجملاً وہ حسب ذیل ہین،

۱- اشتہار اس اعتماد کا مظہر ہوگا جو کسی مشتہر کو اپنے مشتہرہ اسباب کی عمدگی پر ہوا کرتا ہے، گویا کہ تقویمی حیثیت سے قطع نظر اسکی حیثیت آئندہ ایک ایسے صداقت نامہ کی سی ہوگی جو عام طور پر قابل قبول ہو،

۲- یہ دیانت اور صدق نیت کا ضامن ہوگا، اگر کوئی اشتہار ایسا نہ ہو تو اسے ہر مشتہر کو ضرور ناکام رہنا پڑے گا،

۳- اشتہار کا کام یہ ہوگا کہ وہ لوگون مین "طلب" پیدا کرکے بڑے پیمانہ پر تیاریِ اشیاء کا محرک ہو،

۴- اشتہار بازی کی ایک مین، قومی مجلس کے قیام سے لوگون مین ایک طرح کا اعتماد ہوگا، اور مجلس کی کوشش یہ ہوگی کہ اس اعتماد مین روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

یہ ہین وہ اصول جنکی اشاعت کا ذمہ ڈیمبلے کی مجلس نے لیا ہے، کیا ہندوستانی مشتہرین بھی، اس قسم کی مجلس کا خواب دیکھ سکتے ہین، ہم اسے ناممکن نہین سمجھتے، لیکن انفرادی اصلاح اور بیداری کے بغیر اس قسم کی مشترکہ جدوجہد دشوار ضرور ہے، ہم بشرط فرصت اس چیز کے متعلق اپنے خیالات عنقریب ایک کتاب کی صورت مین پیش کرین گے۔

السعی منی والاتمام من اللہ

عِلمُ الکَلام

مسلمانون کے فلسفۂ یونان کے مقابلہ مین جو نیا فلسفہ پیدا کیا، اس کا نام علم کلام ہے علم کلام مسلمانون کا قابل فخر کارنامہ ہے جس مین انھون نے ایک طرف یونانی فلسفہ کی غلطیان ثابت کین، دوسری طرف مذہب اسلام کے عقائد کے اثبات پر پرزور دلائل قائم کیے، علم کلام مین بیسیون فرقے قائم ہوئے، انکی معرکہ آرائیان ہوتین، مولنا شبلی مرحوم نے اس کتاب مین مسلمانون کی ان دماغی کوششون کی روداد جمع کی ہے، اسی کے ساتھ مسلمانون کے مشہور فرقون، ظاہریہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور معتزلہ کے عقاید لکھے ہین، ان پر تبصرہ کیا ہے، اور اکابر متکلمین کے حالات اور اجتہادات کی تفصیل کی ہے، کتاب تیسری دفعہ مطبع معارف مین اہتمام کے ساتھ چھپی ہے، قیمت ،

"منیجر"

بائبل کے متعلق عہد موجود کے خیالات

مترجمہ: سید نجیب اشرف ندوی بی اے

بائبل، توراۃ وانجیل کے مجموعہ کا نام ہے، اس کے متعلق عرصہ سے یہ خیال موجود ہے کہ وہ موجودہ صورت مین الہامی کتاب نہین ہے، یورپ مین مفسرینِ بائبل کی ایک علمی جماعت اس پر عرصہ سے ادبی تاریخی، اثری، اخلاقی، مذہبی اور معاشرتی حیثیت سے غور و تحقیق کر رہی ہے، اس کے اکثر نتائج وقتاً فوقتاً کتابون اور مضامین کی صورت مین شائع ہوتے رہتے ہین، گذشتہ اگست کے ماڈرن ریویو مین مشہور پادری ریورنڈ جیبز، ٹی سنڈ ولینڈ ایم اے ڈی، ڈی، نے انہی نتائج کو نہایت ہی پُرزور طریقہ سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ موجودہ انجیل کی حقیقت کیا ہے ایک باہر کے آدمی کے مقابلہ مین خود گھر کے بھیدی کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے، اس لیے اس پر براہ راست کچھ لکھنے سے بہتر یہی ہے کہ پادری موصوف کی تصریحات مسلمانون کے سامنے کردین۔

موجودہ عہد کی عالمگیر تحریک متعلق بائبل جو دنیا کے تمام مسیحی فرقون مین پھیل رہی ہے، دراصل اس وسیع نقطۂ نگاہ پر مبنی ہے جو ماہرینِ بائبل نے دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس تحریک کے سمجھنے سے پہلے ہم اس نقطۂ نگاہ کی وسعت کو ذہن نشین کر لین، دنیائے علم نے گذشتہ ۵۰ یا ۶۰ سال مین جتنی توجہ مسیحی و یہودی کتبِ مقدسہ کی طرف رجوع کی ہے، اتنی

شاید کسی دوسرے شعبہ کی جانب نہین کی، جس طرح ہم دوسرے انسانی علوم کے اساتذہ کی گذشتہ دو نسلون کے کارنامون کو فراموش نہین کر سکتے اوسی طرح ہم ان ماہرینِ بائبل کے علمی تحقیقات و نتائج کو نظر انداز نہین کر سکتے، بائبل کے متعلق قدیم خیالات پر جو بالکل رد کر دیے گیے ہین قائم رہنا ایسی ہی نادانی ہے جیسی کہ موجودہ تحقیقات کے باوجود قدیم کیمیا اور طبقات کے خیالات پر قائم رہنا"

اب سوال یہ ہے کہ عہد موجودہ کے ماہرین کا اس کے متعلق کیا خیال ہے، یا دوسرے الفاظ مین یون کہا جائے کہ موجودہ روشنی مین بائبل کی کیا حقیقت ہے، اس سوال کے جوابات مختلف ہین، لیکن تکمیل جواب کے لیے ان مین سے ہر ایک لازمی ہے، اس لیے ہم ان کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہین

(۱) بائبل بنی نوع انسان کی مقدس کتابون مین سے ایک کتاب ہے، وہ تنہا نہین ہے، بلکہ اسکا تعلق ایک بڑے خاندان سے ہے، دنیا مین مختلف مذاہب ہین، ان مین وہ جو بہت ترقی یافتہ ہین اپنی کتب مقدسہ رکھتے ہین، کتب مقدسہ دنیا مین اضطراراً نہین بلکہ فطرۃً آتی ہین . . . . . .

. . . . اصولاً جس طرح ایک شخص کے لیے جو ایک علم کا ماہر ہو لازمی ہے کہ وہ دوسرے علوم سے بھی واقف ہو اسی طرح اس شخص کے لیے جو ایک کتاب مقدس سے واقف ہو ضروری ہے کہ دوسری کتابون سے بھی آگاہ ہو، اندنون بائبل پر جو بہترین کتابین لکھی جا رہی ہین، وہ دوسرے مذاہب کی کتب مقدسہ کی روشنی مین لکھی جا رہی ہین، اور یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ یہ طریقہ کس طرح مذہب، وحی، اور خدا کے مسائل پر کافی روشنی ڈال رہا ہے،

(۲) اگر محتاط طریقہ سے ہم کہین تو ہم کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ بائبل ایک کتاب نہین بلکہ مستقل ادبیات ہے، یہ ۶۶ مختلف ایک دوسرے سے بے واسطہ اور آزاد کتابون کا مجموعہ ہے، اور جس طرح اگر ہم ایسے کتب خانہ کی اتنی ہی کتابون کو ایک ساتھ باندھ دین تو وہ ایک کتاب نہ ہو جائیگی، اسی طرح یہ کتابین بھی صرف اس لیے کہ ایک مجموعہ مین موجود ہین، ایک نہین ہین، وہ تین مختلف زبانون

ہین اور ایک دوسرے کی نصف درجن صدیون بلکہ بعض تو ہزار برس بعد لکھی گئی ہین ان کے لکھنے والے
بھی مختلف درجون، خیالون اور زمانے کے لوگ تھے، ان مین سلاطین، کسان، درباری، گڈرییے،
کاتب، عالم، جاہل، مختلف العقیدہ، مختلف الخیال، زاہد، اور غیر متقی اشخاص ہین، یہ تمام کتابین اپنے موضوع
مقاصد، اغراض، طرز، ادبی محاسن، اخلاقی و مذہبی خوبیون مین بھی مختلف ہین، بعض تاریخ ہین، بعض نصف
تاریخ و نصف افسانہ ہین، بعض نظم ہین، بعض پیشین گوئیان ہین، بعض مواعظ ہین، بعض امثال ہین،
بعض سوانح ہین، بعض افسانے ہین اور بعض خطوط ہین، یہ چیزین میرے اس دعویٰ کی تصدیق کرتی
ہین کہ بائبل ایک کتاب نہین بلکہ مستقل ادبیات ہے،

(۳) اس مجموعہ کی نہ صرف ہر کتاب بلکہ اس کے ہر ایک حصہ کے وجود مین آنے کا محرک کوئی نہ کوئی
انسانی سبب ہے اور اس سبب کا پتہ لگانا اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ ہومر کی الیڈ یا زنوفن کی میموربیلیا آف
ساکرٹس (Memorabilia of Socrates) یا سیسرو کی کٹیلائن کے خلاف تقریرون
یا ٹامس پینی کی کرس یا مسز سٹو کی انکل ٹامس کیبن (Uncle Tom's cabin) کے محرک کا
ہمارا اب تک خیال تھا کہ بائبل کی کتابین اسی صورت مین خداوند تعالیٰ کے یہان سے نازل ہوئی ہین
اور انکی آمد کی وجہ سوائے اس کے کسی کو معلوم نہین ہے، اور نہ دوسری کتابون کی طرح اس کا
سبب تالیف معلوم ہے، لیکن یہ سراسر ہماری غلطی تھی، دنیا مین عہد نامۂ جدید اور عہد نامۂ قدیم کے
کے علاوہ اور کوئی بھی کتاب موجود نہین ہے جس کے لیے ہم فطری و انسانی اسباب کا اس
قدر کمل طریقہ سے پتہ چلا سکین، اور علمی تحقیقات نے ان اسباب کو منصۂ شہود پر لا کھڑا کیا ہے،

(۴) یہ ایک تعجب انگیز حقیقت ہے بائبل کی اکثر کتابون کے مصنفین کے نام معلوم نہین ہین
مگر اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ بعض کتابین ایک شخص کی لکھی ہوئی نہین ہین بلکہ مختلف اشخاص
کی تحریرات کا مجموعہ ہین اور پھر وہ بھی ایک وقت کی نہین بلکہ ان مین اختلاف زمانہ بھی ہے معلوم

ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً ان مین تبدیلی ہوتی رہی ہے، آجکل ہمارے ممالک مین جب ایک شخص ایک کتاب
لکھتا ہے تو اس کو اپنے نام سے شائع کرتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی شخص بلا حوالہ نہ اس مین اضافہ
کر سکتا ہے اور نہ تبدیلی، لیکن یہودیون اور دوسری مشرقی اقوام کی حالت اس سے جداگانہ تھی،
اکثر قدیم مصنفین اپنی کتابون پر اپنے نام نہین لکھتے تھے، خیالات عام ملکیت سمجھے جاتے تھے، اور ہر مصنف
اپنی خوشی کے مطابق ان مین اضافہ یا تبدیلی کر سکتا تھا، یہ ایک ایسی چیز تھی جسکو ہمارا موجودہ ادبی ذوق گوارا
نہین کر سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم بائبل کی کتابون مین معدودے چند کے مصنفین کے نام جانتے
ہین اور ان مین سے اکثرون کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف و متعدد ذرائع سے ہم تک پہنچی
ہین، چنانچہ ہم حضرت موسیٰؑ کی کتب خمسہ (Penta Tuch) کے متعلق جانتے ہین کہ انکے
عالم وجود مین آنے مین صدیان لگی ہین، پیشین گوئیون کی اکثر کتابون مین بعد کی تحریرات ملتی ہین،
کتاب یسعیاہ (Bm. of Isaiah) کے متعلق ہم کو معلوم ہے کہ دو آدمیون کی تصانیف ہے
اور ان مین سے ہر ایک، ایک دوسرے سے تقریباً ۱۵۰ سال دور ہے، کتاب زکریا (Bm. Zechariah)
مین تین مختلف پیغمبرون کی تحریرات ہین، زبور (Psalms) یہودیون کی قومی نظمون کا
مجموعہ ہے، اور ان نظمون کا زمانہ ہزار سالون پر مشتمل ہے، اسکے پانچ مستقل مجموعے ہین جو پانچ مستقل
اوقات مین شاید ایک دوسرے سے ایک صدی بلکہ اس سے زیادہ زمانے کے بعد مرتب کیے گیے
تھے، اور اب ہمارے سامنے ان پانچون کا مجموعہ موجود ہے، اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان مین سے کوئی
نظم حضرت داؤدؑ کی ہے تو اس سے اس بات پر کوئی اثر نہین پڑتا کہ ان مین سے اکثر انکی نہین ہین،
حضرت داؤدؑ کے دو یا تین صدیون کے بعد تک معدودے چند ہی نظمین لکھی گئی تھین، بعض تو ہندی
قبل مسیح کی ہین، کتاب امثال (Bm. of Proverbs) پر حضرت سلیمانؑ کا نام ہے، ممکن ہے
کہ یہ ایک مختصر طریقہ پر ادبی کے زمانہ مین شروع ہوئی ہو، لیکن وہ اس وقت جس صورت مین ہے

وہ یقیناً صدیون کا نتیجہ ہے، یا یون کہیے کہ وہ بنی اسرائیل کی صدیون کے تجربون کے نتائج ہین،

عہد نامۂ جدید مین انجیل صدیون مین موجودہ صورت مین آئی، اور اس مین اضافہ در اضافہ کی بکثرت مثالین ملتی ہین، کتاب اعمال اور کتاب مکاشفہ مین تو اضافون، اور نظرثانیون کے صاف ثبوت ملتے ہین،

(۵) بائبل کی کتابین تاریخی حیثیت سے مرتب نہین ہین، اس سے میری مراد یہ ہے کہ اونکی ترتیب، ترتیب تصنیف کے مطابق نہین ہے، اس نکتہ کو ہم کو ذہن نشین کر لینا چاہیے ورنہ ہم کو بنی اسرائیل کے مذہب و تمدن کی ارتقائی تاریخ کے وقت سخت الجھن کا سامنا کرنا ہوگا، عہد نامۂ قدیم کی پہلی کتاب، پیدائش اس عہد نامہ کی آخری کتابون مین ہے، یہی حال ان کتابون کا ہے جو اس کتاب پیدائش کے بعد ہین یعنی خروج، احبار، اور گنتی، کہ یہ تاریخی حیثیت سے بعد کی چیزین ہین، پیشین گوئی کی کتابین صحیح طور پر عہد نامۂ قدیم کے آخر مین ہین، اس لیے ہم فطرۃً اونکو آخری چیزین سمجھتے ہین، ان مین سے بعض کے متعلق یہ خیال صحیح ہے، لیکن ان مین سے بعض بائبل کی قدیم ترین کتابین ہین،

عہد نامۂ جدید مین سب سے پہلے اناجیل ہین لیکن وہ سینٹ پال کے خطوط کے پہلے تک نہین لکھی گئی تھین، ان مین سے ایک (جو یوحنا کی طرف منسوب ہے) کے متعلق اس قسم کی شہادت موجود ہے کہ وہ عہد نامۂ جدید کی آخری کتابون مین ہے، اور دوسری صدی عیسوی تک عالم وجود مین نہین آئی تھی، پس ایسی کتابون سے جو بلا کسی ترتیب کے، اس طرح جمع کر دی گئی ہون اس وقت تک جب تک کہ ہم ان کو تاریخ وار مرتب نہ کر لین ارتقائے مذہب کی تاریخ تدوین کرنا سخت مشکل ہے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ گذشتہ ۰۰ سالون کے علماء و محققین کی ۰۰ سالہ صبر آزما کوششون سے ہم نے ان کی تاریخین متعین کر لی ہین، اس کا یہ نتیجہ ہے کہ اب ہم نہایت آسانی سے یہودیون کی مذہبی و تمدنی تاریخ مرتب کر سکتے ہین، اور ہم کو اس وقت سے جبکہ وہ مصر سے آزاد شدہ غلام کی حیثیت سے

پہلی مرتبہ فلسطین مین آئے تھے، اس وقت تک کی جب انھون نے پوری ترقی کر لی تھی، مکمل تاریخ ترتیب دینے مین کوئی دقت معلوم نہین ہوتی،

(۶) بائبل کوئی فقہ کی کتاب نہین ہے، بلکہ وہ مذہب، ادبیات اور حیاتِ انسانی کی کتاب ہے، لوگون نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ اپنے اعمال کے متعلق ہر قسم کے کامون کے لیے بائبل سے فتویٰ حاصل کرین گویا کہ بائبل کوئی فقہ کی کتاب ہے، لوگون نے آج تک اس سے بڑھکر کوئی غلطی نہین کی ہے، دنیا کی تمام کتابون سے بالاتر بائبل، تجربہ اور حیات انسانی کا صحیفہ ہے، اور یہی چیز ہے جس نے اس کو دائمی قدر و قیمت اور استقلال دے رکھا ہے، وہ حقیقی انسان کے خیالات حقیقی انسان کے اعمال حقیقی انسان کی امید و خوف، اور حقیقی انسان کی ذمہ داریون اور ناکامیون سے بھری ہوئی ہے، یہ نوجوان کو اس کے اصلی رنگ مین، بڈھے کو اس کے اصلی رنگ مین، غریب کو اسکی اصلی حالت مین اور بادشاہ کو اس کی اصلی صورت مین پیش کرتی ہے، اس کے صفحون مین ہم کو مسرت کا تبسم غم کے آنسو، مان اپنے بچون کے ساتھ، گڈریا اپنی بھیڑون کے ساتھ ملاح اپنی کشتی اور جال کے ساتھ، کسان بوتا اور کاٹتا ہوا، اور عورت کنوین سے پانی نکالتی ہوئی نظر آتی ہے،

یہی اسباب ہین جنکی وجہ سے بائبل موجود ہے، ورنہ اگر وہ صرف فقہ ایک کتاب یا مذہبی اصول کے ثبوت کا ایک دفتر ہوتی تو شاید قائم نہ رہتی، یہی وجوہ ہین کہ لوگون کے دلون مین اپنا گھر بنا لیتی ہے، اور بناتی رہیگی، اسکی غیر فانی قوت اور دلچسپی کا یہی راز ہے،

۷- یہی چیز مجھے آمادہ کر دیتی ہے کہ مین بائبل کے متعلق سب سے اہم ترین واقعہ کا اظہار کر دون، اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اب تک جو کچھ کہا گیا ہے، وہ اسکی طرف ہم کو لیجاتا ہے، بائبل تمام عجیب اور بڑی ترقیون کی تاریخ ہے، یہ تاریخ ایک ہزار سالہ ارتقاء کی، یہی تاریخ ہے بنی اسرائیل کے مذہبی و تمدنی ارتقاء کی، دنیا کے پاس اس ارتقاء سے بہتر کسی ارتقاء کی تاریخ موجود نہین ہے، یہودیون

کسی اعلےٰ سطح سے اپنی زندگی شروع نہین کی بلکہ انتہائی پستی سے اُن کا تخیل خدا کے متعلق ابتداءً نہایت ہی مبہم تھا، ان کے اخلاقی خیالات نامکمل تھے، ان مین سے بہت سے بت پرست تھے، وہ ذہنی حیثیت سے بھی اپنے ہمسایون کے مقابلہ مین نہ تھے، اخلاقاً اگرچہ وہ اپنے کافر بھائیون سے کچھ بلند تھے لیکن اس مین بھی نمایان نہ تھے، اس پست حالت سے اُنھون نے نہایت ہی آہستہ آہستہ مصائب کے ساتھ، مشکلات کے ساتھ، جنگ کی دشواریون کے ساتھ، صلح کے شدائد کے ساتھ، ظلم کی مصیبتون کے ساتھ، زراعت کی مزاحمتون کے ساتھ، اپنے گناہون اور غلطیون کے کفارون اور نتیجون کے ساتھ ترقی کی اور اس حالت تک جس مین کہ ہم انکو مختلف انبیاء اور آغاز مسیحیت کے وقت پاتے ہین، پہنچ گئے،

بائبل اسی حیرت انگیز ارتقار کا ذخیرہ ہے، یہ بالکل صحیح طریقہ پر ایک قوم کے مختلف حالات و مدارج کی تاریخ پیش کرتا ہے، کیا اس روشنی مین بائبل بہت زیادہ قابل فہم نہین ہوجاتی؟ اور کیا ہم اس خیال کے بعد یہ نہین دیکھتے کہ بائبل ایک مہلک غلط بوجھ سے سبکدوش ہوجاتی ہے؟

اس واقعہ کو نظر انداز نہین کیا جاسکتا کہ اس وقت بائبل نے لوگون پر اچھا اور برا دونون قسم کا اثر کیا ہے، بلاشبہ اس کے اثر سے جو نیکیان ہوئی ہین وہ بہت بڑی ہین لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہین کیا جاسکتا کہ دنیا کی بعض بدترین لعنتون نے بھی اس کے آڑ مین پناہ لی ہے، اندازہ لگایا ہے کہ بائبل کا صرف ایک جملہ "اور تو کسی جادوگر کو زندہ نہ رہنے دیگا" لاکھون انسانون کی موت کا سبب ہوا ہے، کتاب یشوع، کتاب قضاۃ، کتاب تاریخ، جو خوفناک جنگون کے دفاتر ہین، اس مہیب روح کی جس نے ابتدائے مسیحیت سے اب تک ہر صدی مین خوفناک خون ریزیان کی ہین تباہی کا سبب ہین، بائبل عرصہ تک رسم غلامی کے لیے دیوار مدافعت بنی رہی، کثرت ازدواج کو اس سے مدد ملی، اور استدلال کیا گیا کہ کیا حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت داؤد، اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی متعدد بیویان نہ تھین؟ اور یہ خدا کے محبوب بندے سمجھے جاتے ہین،

صنف نازک پر ظلم کرنے والون نے بھی بائبل ہی سے استعانت حاصل کی، اور اسی طرح شرابی نے بھی اپنی حمایت مین اسی کو پیش کیا، بائبل کی اس تعلیم نے کہ پاگلون پر روحون کا تسلط ہوتا ہے، گذشتہ صدیون مین ان بیچارون کو بہت کچھ ظلم و ستم کا شکار بنایا ہے، انکویزیشن (مذہبی عدالت) سزاؤن اور ظلمون نے ہمیشہ اپنے حق بجانب ہونے مین اسی کی سند پیش کی ہے، بائبل کو اس حیثیت سے بھی استعمال کیا گیا ہے کہ گویا یہ تمام بنی نوع انسان کو ایک سلسلہ مین رکھنے کے لیے مضبوط ترین زنجیر ہے، شاید ہی کوئی ایسا علم ہو جسکی راہ ترقی مین بائبل کی دیوار حائل نہ ہو، یہ وہ واقعات ہین جو تمام تر تاریخون مین موجود ہین اور ہم ان سے چشم پوشی نہین کرسکتے،

اب سوال یہ ہے کہ بائبل کو ذریعۂ شر بنانا کیونکر ممکن ہوا؟ اس کا جواب اس غلط یقین مین جو بائبل کے متعلق لوگون کے دلون مین موجود ہے ملتا ہے، اور وہ یہ یقین ہے کہ یہ تمام تر خدا کی طرف سے خدا کے الفاظ مین ہے، اور اس لیے ہمیشہ تمام افراد انسانی کے لیے اس کا ماننا فرض ہے، اگر لوگون کو پہلے سے اس حقیقت کا جو ہم کو ماہرین بائبل کی بدولت معلوم ہوئی علم ہوتا اور وہ یہ جانتے کہ یہ کلام الٰہی نہین ہے، اور نہ اس کے ہر حصہ کی اہمیت مساوی ہے بلکہ بنی اسرائیل کی ہزار سالہ مذہبی و تمدنی ترقی کی ادبی تاریخ ہے، تو وہ ان بڑی غلطیون سے جو انھون نے مذہب و تمدن کے خلاف کی ہین اور اس رکاوٹ سے جو علمی ترقی مین پیدا کی ہے باز رہتے،

عہد موجودہ کی تحقیقات ہم کو بتاتی ہے کہ ہم کو مذہبی ہدایات و اسناد کے لیے تمام کتب بائبل کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیے، نہ بلا امتیاز ان کتب مین سے کسی کو منتخب کرلینا چاہیے، اور نہ ہم کو ابتدائی کتابون کو جن مین بنی اسرائیل کی پست حالت سے ترقی کرنے کا تذکرہ ہے اپنا ماخذ بنانا چاہیے بلکہ ہم کو اس حصہ کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے جبکہ یہ قوم اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گئی تھی اور اس کے مذہبی خیالات بلند اور پاک ہوگیے تھے، اب اگر سوال کیا جائے کہ یہ ارتقائی حصہ ہم کو

کہان ملے گا تو اس کا جواب روز روشن کی طرح واضح ہے، یہ عہد نامۂ قدیم کی بلند ترین پیشین گوئیون اور شریف ترین نظمون اور عہد نامۂ جدید مین حضرت عیسیٰ کی زندگی و تعلیمات مین ملے گا انھین مین ہمکو خدا کا غیر فانی کلام ملے گا انھین مین ہم کو کتاب مقدس ملے گی اور انھین مین ہم کو وہ دائمی اسناد ملین گی یہ چیزین کبھی فسانہ ہونگی، کیونکہ یہی چیزین انسان کی اخلاقی و مذہبی فطرت کی بنیاد اور انسانی روح کے عمق مین موجود ہین، جب لوگ اس خیال کے ہو جائین گے اسی وقت اور ٹھیک اسی وقت بائبل کا اثر شر دور ہو سکے گا، اور یہ محترم و مقدس کتاب بنی نوع انسان کی بہبودی کے لیے شمع راہ ثابت ہوگی،

اس وقت مین نے آپکے سامنے بائبل کو اس روشنی مین پیش کیا جو موجودہ کہلاتی ہے اور جو عہد وسطےٰ کے خیال سے مخالف ہے، میرا خیال ہے کہ دیر یا سویر تمام تعلیم یافتہ لوگ اسی خیال کے ہو جائینگے یہ یقینی ہے کہ اس کے لیے ایک طویل اور سخت جنگ کرنی پڑیگی، مذہبی عقائد اس کے خلاف ہین، صدیون کی تعلیمات و تعصبات اس کے خلاف ہین، یہ ادنھی دماغون مین جو غور و فکر کر سکتے ہین جگہ پا سکتا ہے اور انھی مین اس کو کامیابی ہوگی عقل و صداقت اسکی حمایت مین ہین، اخلاقی و روحانی مذاہب اسکا خیر مقدم کرتے ہین، ماہرین بائبل اس کے قائل ہو ہی چکے ہین اور وہ زمانہ کچھ دور نہین جبکہ ہر صاحب فکر ماہرین کے اس پیش کردہ خیال کو قبول کریگا،

کیا کسی کو یہ بھی خطرہ ہے کہ یہ موجودہ خیال بائبل کی قدر و قیمت کو گھٹا دیگا؟ اس کے برخلاف یہ خیال ہر صداقت کو جو بائبل مین ہے اپنی حالت مین رہنے دیگا، ہر اخلاقی سبق، ہر روحانی اصول، ہر روح پرور جملہ انسان یا خدا یا فرض یا زندگی سے متعلق ہر شریف خیال، ہر وہ چیز جو روح کی مانگ کو پورا کر سکتی ہے، ہر لفظ ترحم، امید، اعتماد، یا ہر وہ چیز جو انسان کو خدا سے قریب تر یا دو انسانون کو رشتۂ محبت مین باندھ دینے والی ہوتی ہے گی، یہ موجودہ خیال اتنا ہی نہین کرتا بلکہ اس سے بہت کچھ زیادہ، یہ دوسرے خزانون کے دروازے بھی کھول دیتا ہے، یہ ہم کو بتاتا ہے کہ خدا مسیحی و یہودی

کتب مقدسہ اور مذہبی عقائد سے بالاتر ہے، وہ تمام بنی نوع انسان کا خدا ہے، ہدایت صرف دنیا کی ایک قدیم قوم تک ہی محدود نہین ہے، یہ بھی انسانیت کی طرح وسیع ہے، خدا ہر زمانہ اور ہر جگہ لوگون کے ضمیر اور دلون مین حرکت کرتا ہے، وحی صرف ایک کتاب تک محدود نہین ہے، ہان بائبل مین صداقت حق کے مظاہر ہین، لیکن ایسے مظاہر پر ستارہ آسمان، پھولون سے بھری ہوئی آغوش زمین، تاریخ، فنون، علوم، مان کی محبت، بچے کے جواب خاموش، دوسری مذہبی کتابون، بڑے افراد، شاعرون اور فلسفیون کے قولون مین بھی ملتے ہین، خدا انھی روحی پیغمبرون سے اپنے الفاظ کہلواتا ہے، اس کے الفاظ ایک کتاب مین بند اور مقفل نہین کیے جا سکتے ہین، اس کے الفاظ اتنے ہی وسیع اور دیرپا ہین جتنی کہ دنیا کی تمام صداقتین،

مصنفہ

مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

آج دنیا امن و امان کے لیے تشنہ ہے، یورپ اس کو کانفرنسون اور معاہدون کی مجلسون مین ڈھونڈھتا ہے، مشہور محب انسانیت فرانسیسی فلسفی موسیو جرڈ بال نے اس مطلوب قلوب کا نام و نشان اور اس کا طریقہ حصول بتایا ہے، ملک کے باکمال مسلم فلسفی مولوی عبد الماجد صاحب بی اے نے اسکو اردو مین منتقل کیا ہے اور خود اپنی طرف سے اس کتاب پر ایک مبسوط تبصرہ لکھکر اردو کی ایک مستقل تصنیف اسکو بنا دیا ہے اور بتایا ہے کہ دنیا مین تمام مذاہب اسی امن و صلح کی تعلیم کیلئے آئے، اور عیسائیت اور پھر اسلام نے اسکی کسطرح تعلیم دی ہے، اور اسکے حصول کا اصلی طریقہ خود دی ... یا نیہ کا کم کرتا ہے، قیمت

تلخیص و تبصرہ

احمد شاہ بہمنی کا مذہب

فرشتہ لکھتا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ بیجاپوری کو جو عادلشاہی حکومت کا بانی تھا، معلوم ہوا کہ شاہ اسمٰعیل اول نے ایران مین شیعہ مذہب جاری کر دیا ہے، تو اس نے حکم دیا کہ آیندہ سے اذان اور خطبہ شیعی طریقہ سے دیا جائے اور اسی کے ساتھ یہ کوشش بھی کی کہ اس مذہب کو عام مذہب بنا دے"، فرشتہ کا خیال ہے کہ ہندوستان مین یہی پہلا فرمانروا ہے جس نے اس قسم کی کوشش کی، اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہندوستان مین پہلا شیعہ بادشاہ تھا بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے شیعی مذہب کو بزور منوانا چاہا،

مسٹر ٹلبائز (Talboys Wheeler) نے اپنی تاریخ ہند مین ۱۳۴۷ء کی دکنی بغاوت کو ایک شیعہ بغاوت بنا کر ایک سخت تاریخی غلطی کا ارتکاب کیا ہے، انھون نے یہ بھی غلط لکھا ہے کہ دولت بہمنیہ کا بانی علاء الدین حسن بہمن شاہ شیعہ تھا، ہم انکی اس رائے سے بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہین نکال سکتے کہ یہ نظریہ صرف اس لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کو چار دورون پر تقسیم کیا جا سکے، مسٹر ویلر نے یہ چار دور قائم کیے ہین، سُنی، شیعہ، صوفی اور پھر سُنی، لیکن ہندوستان مین ترقی اسلام کی تاریخ اس آسانی سے مرتب نہین کیجا سکتی، اور یہ بات تو تاریخ سے بالکل ثابت ہے کہ بہمن شاہ اور اس کے سات جانشین پکّے سُنی تھے، اور یوسف عادل شاہ کے زمانہ تک تمام دکن اسی کا پیرو تھا، اس حیثیت سے ہم کو مسٹر ویلر پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے، ان کا بیان ہے کہ

فرشتہ شیعہ تھا، حالانکہ اس نے پہلے تین خلفاء کی توہین کو جو شیعہ جماعت کی طرف سے عمل مین آتی ہے بہت بُرا کہا ہے، اور برہان نظام شاہ اول نے جب شاہ طاہر کے کہنے سے احمد نگر مین شیعہ مذہب پھیلایا ہے تو فرشتہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ "ان لوگون نے تین خلفاء کا نام خطبہ سے نکال دیا، نعوذ باللہ من ذٰلک" یہ دو چیزین ہمکو صاف بتاتی ہین کہ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتا تھا،

اگرچہ بہمنی حکومت کے تمام حکمران سُنی ہوتے آئے تھے لیکن احمد شاہ ولی نے جو نوان بادشاہ تھا شیعہ مذہب اختیار کیا، اسکی تبدیلی ایک ذاتی حیثیت رکھتی تھی اور اس نے اپنی رعایا کو اس تبدیلی پر مجبور نہین کیا، اس کا رجحان ہمیشہ اہل دل اصحاب کی صحبت کی طرف تھا، ۱۳۹۹ء مین، اس کے بھائی فیروز کے عہد مین دکن کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد گیسو دراز دہلی سے آکر گلبرگہ مین اقامت گزین ہوئے، ابتداءً ان کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا، لیکن بہت جلد فیروز ان سے کچھ گھبرا سا گیا، احمد نے ان کے لیے ایک خانقاہ بنوا دی اور انکی خدمت مین مشغول ہو گیا، فیروز کے مصائب کو اس کے اسی تغافل کا نتیجہ بتایا جاتا ہے، دوسری طرف احمد کو حضرت گیسو دراز کی پوری ہمدردی حاصل تھی، فیروز کی آخری علالت کے زمانہ مین اس کے وزراء عین الملک اور بیدار نظام الملک نے بادشاہ سے کہا کہ احمد حصول تخت کے درپے ہے، اور اگر اس کو نہ روکا گیا تو ولی عہد حسن خان کی کامیابی کی کچھ امید نہین اس پر فیروز نے ارادہ کیا کہ وہ احمد کو اندھا کر دے، جب احمد کو یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے لڑکے علاء الدین احمد کے ساتھ حضرت گیسو دراز کی خانقاہ مین پناہ گزین ہو گیا احمد کی درخواست دعا پر حضرت گیسو دراز نے اپنا عمامہ اتار کر نصف احمد اور نصف اس کے لڑکے کے سر پر باندھ دیا اور کہا کہ تم دونون بادشاہ ہو گیے، لیکن خانقاہ محفوظ نہ تھی اس لیے دوسرے دن وہ چار سو سوارون اور اپنے حامی خلف حسن بصری کے ساتھ جو شیعہ تھا وہان سے بھاگ گیا، وہ ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ بھائی کی فوج سے مقابلہ کرے یا نہ کرے کہ اس نے خواب مین دیکھا کہ

ایک بزرگ اس کے سر پر ایک بارہ گوشون کا تاج رکھ رہے ہین کہ ایک شیخ نے جو عزلت گزین ہین تیرے لیے بھیجا ہے، یہ بارہ گوشون کا تاج دراصل بارہ امامون کی طرف اشارہ ہے، احمد نے فیروز کی فوج کو شکست دے کر گلبرگہ پر قبضہ کرلیا اور فیروز نے اُسے بادشاہ تسلیم کرلیا، فیروز اس کے بعد ہی اکتوبر ۲۲ ۱۴۲۲ء مین مرگیا،

تخت نشینی کے بعد احمد نے حضرت گیسو دراز کی عزت و حرمت کا پہلے سے زیادہ خیال کرنا شروع کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن مین یہ سلسلہ عام ہوگیا، احمد کے پیشرو، حضرت سراج الدین جنیدی کے سلسلہ کے مرید ہوتے تھے، لیکن احمد نے حضرت گیسو دراز ہی کو اپنا مرشد بنایا اور ایک بڑا وقف مدد معاش کے لیے دیا، احمد نے اوائل عہد حکومت ہی مین ولی کا خطاب پالیا تھا، کیونکہ ایکمرتبہ اس نے بارش کے لیے دعا کی اور وہ فوراً قبول ہوگئی،

اس نے ۱۴۲۹ء تک شیعہ مذہب اختیار نہین کیا تھا، کیونکہ اس سال کے بعد ہی اس نے حاکم خاندیش نصیر خان سے اس نے اپنے بیٹے اور ولی عہد علاء الدین احمد کی نصیر خان کی لڑکی سے شادی کی درخواست کی، اگرچہ یہ شادی سراسر سیاسی اغراض پر مبنی تھی لیکن پھر ایک پرجوش شیعہ اس بات کو کبھی روا نہین رکھ سکتا تھا، کہ وہ ایک ایسے خاندان سے شادی کی درخواست کرے، جو اپنا سلسلہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے ملاتا ہو، واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے بعد اس نے شیعہ بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ماہانی کا نام اور شہرہ سنا اور اس نے شیخ حبیب اللہ جنیدی میر شمس الدین قمی وغیرہ کو کرمان روانہ کیا کہ وہ شیخ کے پاس جاکر اس کی طرف سے اظہار عقیدت کرین، شاہ صاحب نے اس کے جواب مین شاہ ملا قطب الدین کرمانی کو ایک بکس کے ساتھ روانہ کیا عرصہ سے احمد کے لیے رکھے ہوئے تھے، روانہ کیا، قطب الدین شاہ کے آنے پر احمد نے پہچانا کہ یہ وہی بزرگ ہین جنکو اس نے خواب مین تاج پہناتے دیکھا تھا، لیکن اوسکی حیرت

کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ وہ بارہ گوشہ والا سبز تاج صندوق مین رکھا ہے؛ قطب الدین شاہ نے اقرار کیا کہ خواب مین وہی آئے تھے، احمد نے شاہ صاحب سے معانقہ کرکے اپنے پاس بٹھایا، اور بکس کھولا، فرشتہ نے اس موقع پر یہ شعر لکھا ہے:-

شاہ در ہند و شیخ در ماہان   تاج بخشی چنین کنند شاہان

شاہ نعمت اللہ نے اپنے ہاتھ سے جو خط لکھا تھا اس مین احمد کو شہاب الدین احمد شاہ ولی لکھا تھا، اسی وقت سے احمد نے خطبہ مین ولی کے لفظون اضافہ کیا، اب احمد نے شاہ صاحب کے پاس دوسرا وفد روانہ کیا، اس مین خواجہ عماد الدین سامانی اور حضرت سیف اللہ شریک تھے، اس نے شاہ صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے کسی صاحبزادہ کو یہان روانہ کرین تاکہ وہ اوسکی ہدایت کرسکین، لیکن شاہ صاحب کے ایک ہی فرزند شاہ خلیل اللہ تھے، اس لیے انھون نے انکی بجائے اپنے پوتے شاہ نور اللہ کو بادشاہ کے یہان بھیجدیا، یہان اُنکا پرزور خیر مقدم ہوا اور بادشاہ نے ملک المشائخ کا خطاب عطا کیا، شاہ نعمت اللہ کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادہ شاہ خلیل اللہ ہندوستان آئے، ان کے ساتھ ان کے دو صاحبزادے شاہ حبیب اللہ غازی اور شاہ محب اللہ بھی تھے، دکن کے باشندون کا عام خیال ہے کہ شاہ صاحب موصوف اپنے وصال تک بیدر ہی مین تھے، اور یہان کا ایک مقبرہ جو خلیل اللہ بت شکن کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے انھی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر یہ خیال افسانہ ہی ہے کیونکہ شاہ صاحب کا مزار ماہان ہی مین ان کے والد کے مقبرہ مین موجود ہے، البتہ شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ ہندوستان مین رہ گئے، اور دونون کی شادیان شاہی خاندان مین ہوئین اول الذکر کی خود احمد شاہ کی لڑکی سے، اور مؤخر الذکر کی ولیعہد علاء الدین کی لڑکی سے، حبیب اللہ نے فوجی زندگی شروع کی اور بیدر کا شہر اور غازی کا خطاب پایا، لیکن محب اللہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے ہوئے شہر بیدر کے

باہر ایک خانقاہ مین رہنے لگے،

برہان المعاصر کا مصنف ایک واقعہ بیان کرتا ہے، جس سے احمد شاہ کے عقائد پر روشنی پڑتی ہے، اس کا بیان ہے کہ کربلا کے سید نصیر الدین اس کے دربار مین آئے، اور اس نے ان کو دوسرے تحفون کے ساتھ کربلا مین بہم رسانی آب کے لیے ایک معقول رقم پیش کی، واپسی کے وقت وہ شیر ملک کے جو احمد شاہی دربار کا ایک بڑا امیر اور بادشاہ کا بھانجا تھا، خیمہ کے پاس سے گذرے، لیکن انھون نے تمام درباری آداب کے ساتھ اس کو سلام نہین کیا اس پر شیر ملک نے ان کو گھوڑے پر سے زمین پر اتروالیا، اور سید صاحب نے واپس آکر احمد سے اسکی شکایت کی، بادشاہ نے شیر ملک کو فوراً طلب کیا اور قبل اس کے کہ وہ کچھ کہہ سکے، اسکو یہ کہہ کے ہاتھی سے کچلوادیا، کہ اہل بیت کے ساتھ بے ادبی کرنے کی یہی سزا ہے، کربلا کے لیے تحائف اور رقم دینے سے پتہ چلتا ہے کہ احمد شاہ شیعہ تھا اور اگرچہ سنی بھی سادات کی عزت کرتے ہین، لیکن کوئی سنی حکمران ایک سید کی معمولی سی تذلیل پر اتنی سخت سزا نہ دیتا،

خود احمد شاہ کا مقبرہ جو بیدر مین ہے اس بات کا کافی وکامل ثبوت ہے کہ وہ شیعہ تھا، اس کے مقبرہ کے گنبد کے اندر جو عبارتین لکھی ہوئی ہین ان مین حضرت رسول اکرم روحی فداہ، حضرت فاطمہؓ اور بارہ امامون کے نام اور ان پر سلام و درود ہے، لیکن اولین تین خلیفون کے نام کا کہین بھی پتہ نہین، ایک دوسری اور تیسری تحریرون مین بزرگان دین کے نامون کی فہرست ہے پہلی مین ۲۱ اور دوسری مین ۴۲ نام ہین، ان مین سے ہر ایک آنحضرت صلعم سے شروع ہوکر شاہ نعمت اللہ پر ختم ہوتی ہے، اور ان سے شاہ صاحب کے مادری و پدری سلسلۂ نصب کا پتہ چلتا ہے،

اس کے ساتھ ہی یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ شیعہ بادشاہون نے بڑی آزادی و اطمینان

سے اپنی سنی رعایا پر حکومت کی، واقعہ یہ ہے کہ ان دو جماعتون کا اختلاف محض اصولی ہے، البتہ جب ایرانی حکومت نے سیاسی اغراض کی بنا پر شیعی مذہب اختیار کیا تو سنی و شیعہ مین اختلافات پیدا ہوگیے، اس عہد سے پہلے کی تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ یہ منافرۃ موجود نہ تھی، اس کی سب سے بڑی مثال خود تیمور ہے، جو شیعہ تھا، اور اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے تقیہ سے کام لیا تھا،

(ج، آر، اے، ایس)

بابل کا منارہ

ماہرین اثریات نے حال ہی مین اُور (Ur) کے مقام پر عراق مین اینٹون کا بنا ہوا ایک معبد کھود کر نکالا ہے، یہ مندر زگیرت (Ziggurat) کے نام سے مشہور تھا، یہ مندر اب ۴۰۰۰ سال قبل یعنی ولادت مسیح سے ۲۳۰۰ سال پہلے بنا تھا، اس کی قدامت کا صحیح اندازہ سمجھنے کے لیے یہ معلوم کرنا بھی مفید ہوگا کہ بابلی حکمران نبونڈلیس (Nabonidus) نے جو ۵۳۵ ق-م مین حکمران تھا، اس کے آثار کا پتہ چلایا تھا اور اس وقت اس کو بنے ہوئے اتنی ہی سال ہوچکے تھے جتنے کہ اس وقت حضرت عیسیٰ کو پیدا ہوئے ہوچکے ہین،

اُور، فرات و دجلہ کے درمیانی میدان مین واقع ہے جو جبل عراق زیرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، واقع ہے، توراۃ مین اس شہر کو ارم نہرَیم اور بابل کے نام سے یاد کیا گیا ہے، سالہا سال کے انقلاب اور صدیون کی دریائی شکست وریخت نے ملک کی صورت ہی بدل دی ہے، اگرچہ یہ معبد ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا، لیکن جب نبونڈلیس نے اوسے دیکھا تو وہ ریت کے اندر دبا ہوا تھا اور اسے اس مندر کو کھود کر زمین کے اندر سے نکالنا پڑا، اس کے بعد پھر وہی زمانہ آگیا اور اس مرتبہ ریت نے اس کو پہلے سے بھی زیادہ و مکمل طور سے ڈھانپ دیا اور اب وہ زمین کے بہت نیچے ہے، عہد موجودہ مین فرات و دجلہ کا درمیانی علاقہ متعدد ٹیلون کی وجہ سے ممتاز ہے

اور اس مین ایک بہت بڑا ٹیلہ ہے جو اس ویرانہ مین ایک خاموش سنتری کی خدمت دیتا معلوم ہوتا ہے، انھی مین سے ایک ٹیلہ کے اندر سے کلدانیون کا یہ معبد بالکل کھود کر نکالا گیا ہے، عہد قدیم کے بنا کردہ معابد مین یہ سب سے بلند تر ہے، ماہرین اب تک اسکی آخری منزل تک نہین پہنچے ہین، اور نہ ابھی کئی سالون تک وہان تک پہنچنا ممکن ہے، اب تک ۲۵۰ فٹ کا منارہ کھود کر نکالا جا چکا ہے، یہ مربع زاویہ قائمہ شکل کا ہے اور اس مین چارون طرف گول سیڑھیان بنی ہوئی ہین جنکے ذریعہ اوپر تک پہنچا جاتا تھا، موجودہ سطح پر وہ ۱۹۵ فیٹ لنبا اور ۱۵۰ فیٹ چوڑا ہے، اسی کو دیکھکر ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ جب یہ مکمل طور سے نکل آئے گا تو اس وقت اسکی بلندی ۱۰۰۰ فٹ ہوگی، اس منارہ مین یہ عجیب خصوصیت ہے کہ وہ اینٹ کا بنا ہوا ہے، بابل مین اس وقت تک جتنی ایسی عمارتین ہین وہ اکثر پتھرون کی ہوتی تھین، اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانہ مین وسائل کی کمی کی وجہ سے وہ لوگ بھاری پتھرون کو اتنی بلندی تک نہین لیجا سکتے تھے، اس لیے انھون نے اینٹ سے کام لیا،

بابل کے منارے ایک سے زائد تھے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ لاتعداد تھے، یہ بات تیقن کے ساتھ نہین کہی جاسکتی کہ اس خاص منارہ کا توراۃ مین تذکرہ ہے کہ نہین، لیکن اس مین کوئی شک نہین کہ یہ ان سب مین سب سے بڑا ہے، اہل بابل کا ایک مقصد یہ تھا کہ "وہ اتنے بلند منارے بنائین جنکی چوٹیان آسمان سے قریب ہون" اور اس طرح وہ خدا سے قریب تر ہونگے، اسی سبب سے وہ انکو بلند ترین پہاڑیون پر بناتے تھے، اس منارہ کے متعلق سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ وہ اب تک اسی طرح صحیح و سالم ہے، اس کے بالائی حصے مین ان تمام مقامات کا جہان نبونڈلیس کے حکم سے مرمت کی گئی تھی صاف پتہ چلتا ہے، اس مین ہیروغرافی اور دوسری ایسی تحریرین بکثرت موجود ہین جن سے صاف طور سے پتہ چلتا ہے کہ

آخری حکمران بابل نے یہ مرمت کرائی ہے، طاقون مین مٹی کی تختیان بھی ملی ہین ان تختیون مین اس بادشاہ کے "کارہائے نمایان" اور اس مندر کے "جائے وقوع" کے متعلق معلومات درج ہین، یون تو مندر مین معمولی قسم کی اینٹ استعمال کیگئی ہے، لیکن نقاشی کے لیے نہایت ہی رنگین اور چکنی اینٹین کام مین لائی گئی ہین، انھی اینٹون پر نقوش کا پتہ بھی چلا ہے،

ان مین سے ہر اینٹ پر بادشاہ اُور، ارنجر (Urengur) کی جس کے عہد مین یہ منارہ بنا ہے، تصویر ہے، بادشاہ کی تصویر کے بغل مین بالکل اسی منارہ کی سی شکل بھی ہے، اس منارہ کے مربع مین خطوط کے اندر ایک چڑیا کا نقشہ اور کچھ ہیروغرافی کی تحریر ہے، ماہرین اثریات اس رائے کے ذمہ دار ہین کہ یہ تحریرین دراصل خاص خاص کام کرنے والون کے دستخط ہین، قدیم دیوارین مقدس بچھڑون، گایون، مینڈھون وغیرہ کی تصاویر سے پُر ہین، اور اس چیز نے ماہرین مین سخت اختلاف رائے پیدا کر دیا ہے، اگرچہ اشوریا اور بابل مین مذہبی تصاویر سے عمارات مین بیل کا وجود بہت عام ہے، لیکن اب تک کسی گائے کا وجود (جو یقینا اسی غرض سے بنائی گئی ہے) کبھی نہین پایا گیا ہے،

اس کے علاوہ اس عمارت مین جو صیقل شدہ تانبے کی مورتیان نکلی ہین اور جس کے سر سونے کے ہین، ان کے متعلق بھی ماہرین مین یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ آیا یہ وہی مورتین ہین جنکا تذکرہ بائبل مین ہے، یا نہین، یہان پر جو لوگ کام کر رہے ہین ان کا خیال ہے کہ اس جگہ وسط مین ایک بہت بڑا سونے کا یا کم از کم سونے سے منڈھا ہوا بت ہوگا، جس کا اب کوئی پتہ نہین ہے، ڈاکٹر وولے (Dr. Woolley) کا خیال ہے کہ بعض معدنی اشیار کا فنا ہو جانا تعجب انگیز نہین ہے، بلکہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ یہ چیزین اور نہ صرف یہ چیزین بلکہ نازک ترین اجزا بھی اپنے اصلی حال مین کیسے باقی رہگئے ہین، مگر خوش قسمتی سے واقعہ کچھ ایسا ہی ہو۔ (ب۔ س)

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کا ایک کتبہ،

عہد نامۂ قدیم یعنی توراۃ مین یہ واقعہ مذکور ہے کہ فرعون کو اس کے نجومیون نے متنبہ کر دیا تھا کہ مصر کے یہودیون کے یہان ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کو اور اسکی حکومت کو برباد کر دیگا، فرعون نے غور و فکر کے بعد حکم دیا کہ اس مخصوص زمانہ مین بنی اسرائیل کے یہان جتنے بچے ہون قتل کر دیے جائین، اس حکم کے بعد وہ معجزانہ واقعہ پیش آیا جس کا ہر شخص کو علم ہے؛

اب عہد جدید کا ایک معجزہ ہمارے سامنے آتا ہے، کوہ سینا کے دامن مین، سرابط کے منہدم معبد مین ایک کتبہ ملا ہے، اس کے متعلق بائبل اور اثریات کے مشہور ماہر جرمن پروفیسر ہبرٹ گریمی کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ ہی کے ہاتھون کا کندہ ہے، یہ کتبہ ...۲ سال کے بعد ہمارے سامنے حضرت موسیٰ کے بچائے جانے، اونکی بچانے والی شہزادی ہتشپ سٹ (Hatshepsut) کے متعلق واقعات کی یاد تازہ کرتا ہے، یہ شہزادی بعد مین مصر کی سب سے بڑی حکمران خاتون ثابت ہوئی،

اس کے اسی سال کے بعد خروج ہوا، نیک دل شہزادی دنیا سے رخصت ہو چکی تھی اور اسکو یہ دردانگیز نظارہ نہ دیکھنا پڑا کہ اسی کے پروردہ کے ہاتھ سے اُس خوفناک پیشین گوئی کی تکمیل ہوئی،

اس کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہے،

"مین ہتشپ سٹ کا بیٹا ہون"،
وادی سینا کے کانکنون کا نگہبان
منا اور یہودا کے معابد سینا کا سردار

تو اے ہتشپ سٹ
مجھ پر مہربان تھی اور تو نے مجھے دریائے نیل کے پانی سے نکالا
اور تو نے مجھے معبد مین رکھا ہے جو کہ
کوہ سینا پر ہے،
دیکھو!

اس کتبہ کو ماہر اثریات پروفیسر فلنڈرس پٹرے نے جب کہ وہ معبد سرابط کو جہان یہودا نے حضرت موسیٰ کو دس احکام دیئے تھے، پایا ہے، پروفیسر گریمے سامی زبانون کے استاد ہین، ان کا خیال ہے کہ اس کتبہ مین قدیم عبری خط کی جھلک پائی جاتی ہے، اگر ایسا ہو تو یہ تحریران دو کتبون سے جو موابی پتھر (Moabite stone) اور سیلوم کا کتبہ (...inscription) کہلاتے ہین قدیم تر ہے، اول الذکر جس کے متعلق خیال تھا کہ بائبل کے سلسلہ مین سب سے بڑی دریافت ہے، موآب کے مقام ذیبان مین ۱۸۶۸ء مین ملا تھا، اور اب وہ عجائب خانہ لورے مین ہے، یہ مشا کے عہد حکومت سے جسکا ذکر سلاطین مین ہے متعلق ہے، دوسرا کتبہ ایک سرنگ مین جس کے ذریعہ بیت المقدس مین پانی جاتا تھا، ملا تھا، دونون کا زمانہ، صدی قبل ولادت مسیح ہے،

پروفیسر گریمے نے ان دو تحریرون کو قدیم عبری کیلئے شمع ہدایت بنا کر اس کتبہ کو پڑھنے کی کوشش کی، اور ان کے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب انھون نے دیکھا کہ وہ عبری کی عبارت پڑھ رہے ہین، ان کو اس مین بہت سے ایسے الفاظ ملے جن کو وہ بائبل کے ذریعہ مانوس ہو چکے تھے، اس کے بعد عبارت کا مذکورہ بالا حصہ آیا اور اس مین دو ایسے لفظ ملے جن سے نہ صرف ان کے بلکہ کسی ماہر عبری کے بھی کان آشنا نہ تھے، ان مین سے پہلا ہتشپ اور دوسرا جاہو سینائی تھا،

(پاپولر سائنس)

اخبار علمیہ

ماہرین فلکیات ان دنون ایک بہت بڑے دم دار ستارے کی تلاش مین ہین ہر دس سال کے بعد اس قسم کا ایک بڑا ستارہ نمودار ہوتا ہے لیکن اس مرتبہ جو ستارہ طلوع ہوگا اس کے متعلق اس خطرہ کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ وہ کہین ٹوٹ کر گر نہ پڑے، اور اگر ایسا ہوا تو اس کا لازمی نتیجہ دنیا کی تباہی ہوگی؛ کیونکہ اس ستارہ کا ایک سرا گیس سے روشن ہوگا اور یہ گیس اس قدر مہلک ہوگی کہ کوئی جان ذی روح اس سے بچ نہ سکے گی۔

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ اس سال نہ صرف اس ایک ستارہ کے طلوع ہونے کا خیال ہے بلکہ تین ایسے ستارے نمودار ہون گے اُن مین سے دو چھوٹے ہون گے، ایک کا نام انکی کا دم دار ستارہ ( ) اور دوسرے کا نام فیز کا ستارہ ( ) ہے ان مین سے ایک ۲۳ ستمبر کو اور دوسرا ۱۶ اکتوبر کو طلوع ہوگا تیسرا ستارہ ٹمپل کا دم دار ستارہ ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ شاید وہ ۲۰ نومبر تک طلوع ہو جائے۔

دنیا کے تمام ممالک مین نیوزی لینڈ کو یہ فخر حاصل تھا کہ وہان کے لوگ سب سے زیادہ طویل العمر اور تندرست ہوتے ہین، لیکن حال کی موصول شدہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرہ سے بھی اب یہ برکات اٹھتی جاتی ہین، چنانچہ وہان کے مختلف مدارس کے طلبہ کے طبی معائنہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۹۰ فی صدی کی صحت اچھی نہین ہے۔

آج سے ۵۰ سال قبل ۱۰۰۰ گھوڑون کی طاقت کی بجلی پانی سے پیدا کرنے کی مشین حیرت سے دیکھی جاتی تھی اس کے پانچ سال بعد امریکہ کے علمی رسالہ "سائنٹیفک امریکن" نے ۱۰ ہزار اور تیرہ ہزار گھوڑون کی مشین کو علمی کارنامون مین نمایان جگہ دی، گذشتہ دو تین سالون مین اسکی ترقی حیرت انگیز طریقہ سے یکایک بہت بڑھ گئی ہے، اون کی ضخامت اون کا وزن اون کی قوت اور سب سے زیادہ اون کی اقتصادی سہولیت متعجب انگیز ہے، کیلیفورنیا مین اس وقت ایک طرف ۳۵۰۰۰ اور ۴۰۰۰۰ طاقتون کی مشینین بن رہی ہین اور کناڈا مین نئے گارہ کا پاور ہاؤس (بجلی خانہ) تیار ہو رہا ہے جسمین ۵۵۰۰۰ گھوڑون کی طاقت ہوگی، اب سب سے آخری ترقی امریکہ کی جانب اسی نئے گارہ ابشار پر امریکن کمپنی کے بجلی گھر کی تعمیر ہے، یہان پر دنیا کا سب سے بڑا طاقتور آبی بجلی گھر ہوگا اس مین ۱۰۰۰۰۰ گھوڑون کی طاقت ہوگی، یہان پر اس قسم کے تین بجلی گھر بنائے جائین گے۔

عرصہ سے یہ سوال اہل علوم کے سامنے رہا ہے کہ ہماری زمین کن چیزون سے بنی ہے، ڈاکٹر ای ڈی، ولیمسن اور ایل ایچ اڈمس ( ) نے زلزلہ ارضی کی امواج کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات معلوم کی ہے کہ سب سے زیادہ سونا پلیٹنیم اور دوسری لوہے سے بھاری دہاتین ہین، اون کے اوپر ۲۰۰۰ میل کے دائرہ مین لوہا سیسہ اور اسی قسم کی معدنیات ہین، اس کے اوپر صرف چٹانین ہین جو تقریباً ۳۰ میل موٹی ہین اُن کے اوپر یہ خاکی سطح ہے جس پر ۱۶۷۶۰۰۰۰۰۰ انسانی نفوس آباد ہین۔

انگلستان نے گیس کی صنعت مین جو سرمایہ لگایا ہے اس کی تعداد ۱۶۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ ہے، اس صنعت مین تقریباً ایک لاکھ آدمی کام کرتے ہین، گذشتہ سال ۲۶۰۰۰۰۰۰۰۰۰ مکعب فٹ گیس تیار کرتے ہین۔ ۶۴۰۰۰۰ گیلن کوئلہ اور ۶۴۰۰۰۰ گیلن تیل خرچ ہوا اُس وقت ان کے ذریعہ ۱۰۰۰۰۰۰ انجنون پر آگ روشن رہتی ہے اور ۵۰۰۰۰۰ چولھے جلتے ہین۔

تمدن کے ارتقا کے ساتھ ہی ساتھ انسان اس بات کی بھی کوشش کر رہا ہے کہ وہ بعید سے بعید تر فاصلے سے اپنے دشمنون سے لڑے، ابتدا عہد انسانی کے وقت غار مین رہنے والا انسان کشتیون اور ڈنڈون سے لڑتا، اس کے بعد گلوخ اندازی شروع ہوئی، اس فاصلے اور وسعت کی اور تیر کا وجود ہوا، اس فاصلے کو آتشی اسلحہ نے اور وسیع کر دیا اور اب ریڈیو کی ایجاد نے اس کو بعید ترین بنا دیا ہے، ایک سال ہوا کہ فرانسیسی حکومت نے تجربہ کر کے دیکھا تھا کہ ایک شخص کی مدد کے بغیر بھی ہوائی جہاز مرضی کے موافق اڑایا جا سکتا ہے، آیندہ شاید خالی ہوائی جہاز مین اڑین گے، ممالک متحدہ امریکہ نے اسی پر عمل کر کے جنگی جہاز کو اس طرح سے چلایا،

———.———

اب ڈاکٹر ایچ گرنیس بیگ (   ) نے جو سائنس و انولشن کے اڈیٹر مین ایک ایسے آلہ کا حال شایع کیا ہے، جو دیکھنے مین قدیم زمانہ کا خود و زرہ پوش سپاہی معلوم ہوتا ہے، اسکے سامنے ایک بڑا سا سوراخ ہے اور پیٹ مین ایک خانہ ہے، وہ بڑا سوراخ اس کا منہ ہے اور وہ خانہ گیس گھر ہے، ایک شخص دور موٹر پر بیٹھکر اس آہنی انسان کو نقل و حرکت مین لائیگا، اور اسی آہنی انسان کو نقل و حرکت مین لائیگا اور اسی کے ذریعہ تمام احکامات مجمع کے سامنے پیش کریگا، عہد موجودہ کے ہنگامون مین سرکاری احکام اور تنظیم کے لئے بیاز بس مفید ہے اور مجمع بلا نقصان جان منتشر کیا جا سکتا ہے،

———.———

ان دنون ریڈیم کی قیمت مین بہت زیادہ کمی ہو گئی ہے اور اب ۵۰۰۰۰ پونڈ فی اونس کے حساب سے ملتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ایسی جگہ کا پتہ چلا ہے جہان سے ریڈیم کافی مقدار مین حاصل کیا جا سکتا ہے، اس وقت تک دنیا کو صرف چار اونس ریڈیم ہاتھ لگا ہے، اس قلیل مقدار کے جمع کرنے مین ۲۶ سال صرف ہوئے ہین یہ ایک ایسا مضطر و مرتعش مادہ ہے کہ اس کا جمع کرنا سخت مشکل ہوتا ہے، اور اس کیلئے خاص آلات بنانے پڑے ہین، یہ مختلف امراض مین استعمال کیا جاتا ہے،

یونان کا نابینا شاعر ہومر دنیا مین اپنی نظم ایلیڈ کے لئے مشہور ہے، عرصہ تک لوگ اس قصہ کو شاعر کے اعلی خیالات کا نتیجہ ہی سمجھتے رہے، اور ایلیڈ کو ایک فسانہ محبت سے زیادہ وقعت نہ ملی، لیکن اب اس کی ادبی رفعت کے ساتھ تاریخی حقیقت بھی لوگون پر ثابت ہو رہی ہے، شہر طرای کا تو ماہرین اثریات نے عرصہ ہوا پتہ لگا ہی لیا تھا، اب اس اسپ چوبی کے متعلق جس کے ذریعہ یونانی شہر کے اندر داخل ہونے مین کامیاب ہوئے ہین اور جو مشہور سپہ سالار شہزادہ یولیس کے حالات حربی دماغ کا نتیجہ تھا، کھود کر نکال لئے ہین اس ادبی و تاریخی دریافت کا سہرا جرمن ماہر اثریات پروفیسر جی فورر (   ) کے سر ہے اُن کو تقریبا ۔۔۔۔۔ ۱۱ مٹی کی تختیان دستیاب ہوئی ہین جو گویا محاصرۂ طرای کی تاریخ ہین، اثری حلقہ مین اس دریافت نے ایک حرکت پیدا کر دی ہے،

————

جراثیم اور غیر مرئی کیڑون کو دیکھنے کے لئے خوردبین اور اس قسم کے دوسرے آلات ایجاد ہو چکے ہین لیکن اب ڈاکٹر فلپ تھامس (   ) نے ایک قدم اور بڑھایا ہے اور ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جس سے خدا کی اس خاموش متحرک لاتعداد مخلوق کی آواز اور ان کے پیرون کی آہٹ تک سنی جا سکتی ہے، اس آلہ سے نہ صرف یہی ایک کام لیا جائے گا بلکہ لاسلکی کے ذریعہ نغمون وغیرہ کے ترسیل مین بھی اس کے تجربات بہت مفید ثابت ہوئے ہین،

———

اب تک تمام لوگون کا خیال تھا کہ ہماری زمین روز بروز سرد ہوتی جاتی ہے اسکی گرمی دور ہو رہی ہے اور وہ زمانہ دور نہین ہے کہ ہم فقدان حرارت کی وجہ سے تباہ ہو جائین لیکن اب مشہور ماہرین ارضیات نے جو نظریہ قایم کیا وہ اس کے بالکل متضاد ہے، ان کا بیان ہے کہ زمین آہستہ آہستہ گرم ہو رہی ہے اور اگر گرمی کی یہی حالت قایم رہی تو زمین برستان کی بجائے ایک درخشان ستارہ بن جائیگی، بجز ارکنگ کے حالات نے انکو اس نتیجہ تک پہونچایا ہے،

ادبیات

غزل عزیز

یہ غلط ہے اے دل بدگمان کہ وہان کسی کا گذر نہین
فقط اس لئے یہ حجاب ہے کہ کسی کو تابِ نظر نہین

چمک اُٹھ رہی ہے جو پے بہ پے یہ تجلیون کا خزانہ ہے
یہ ہجوم برقِ بتان نہین یہ متاعِ دردِ جگر نہین

تجھے کارگاہِ فنا بتا اُنھین ہستیون پہ غرور ہے
جو شریک سود و زیان نہین جو رہین نفع و ضرر نہین

یہ ہے اہتمام حجاب کیون یہ ہے بند و بست نقاب کیون
تجھیں آنکھ بھر کے مین دیکھ لون وہ نظر نہین وہ جگر نہین

وہ ہین لذت غم ہون مین نہ ملی ازل مین ہی طرب
مین ہی اس کرم کا تھا منتظر مین ہی مستحق تھا مگر نہین

کبھی وقت ناز و نیاز ہے کبھی محو زلفِ ایاز ہے
مگر اس پہ بھی دلِ غزنوی کرم آشنائے نظر نہین

چمک اے چراغ ضمیر اب کہ طلوعِ مہر کمال ہو
وہ لحد ہون تیرہ و تار مین کہ جہان بیاضِ سحر نہین

ہے تلاش اپنی فقط مجھے مین ملون تو ہونگی نگاہتین
مجھے اب کسی سے گلہ نہین مجھے اب کسی کی خبر نہین

چمک اے تجلیِ دلربا نکل اے خلاصۂ مدعا
کہ نظارہ دو جہان فقط یہ مآل ذوقِ نظر نہین

کہو شمع سے کہ یہ نقل کیا کوئی اپنا قصۂ غم کہے
کرے اب فسانہ کو مختصر کہ مجھے اُمید سحر نہین

یہی منزلین ہین وہ منزلین کہ ہمیں تم ان سے بچا سکے
دلِ ناشناسِ رہِ وفا تجھے کوئی خوف و خطر نہین

میری غفلتون کا گلہ نہ کر یہی نظم کون فساد ہے
خبر اس طلسمِ نمود کی مجھے ہو چکی ہے مگر نہین

سبق اس سے لے کہ خبر ہے تجھے آنیوالے زمانہ کی
ہے تغیرات کا آئینہ یہ شکستہ کاسۂ سر نہین

یہ ہین وار تیغ نگاہ کے کبھی نیم جان سے رکین گے کیا
دل داغ داغ عزیز ہے ستم آشنا یہ سپر نہین،

قوت ایمان اور جوشِ عمل

مولوی حامد حسین صاحب قادری اڈیٹر اخبار سعید کان پور

نذرِ آتش کیا طارق نے جو اندلس مین جہاز
لوگ کہنے لگے گھبرا کے "یہ کیا تم نے کیا!

ترک اسباب جہالت ہے خدا کے نزدیک
ہے وطن دور تو کس طرح پہونچنا ہوگا"؟

ہاتھ تلوار پہ رکھ کر یہ دیا ہنس کے جواب
"ملک ہے یہ بھی ہمارا ہی کہ ہے ملک خدا"

یہی وہ قوت ایمان تھی مسلمانون کی
تھی جسے دیکھ کے انگشت بدندان دنیا

آفتابِ نبوی کی جو پڑی تھین کرنین
ذرہ ذرہ عربستان کا چمک اُٹھا تھا

یہی وہ شانِ عمل تھی یہی وہ جوشِ عمل
کہ نظر آتے تھے یکسان اُنھین دشت اور دریا

وہ کسی ایک سبب کے کبھی پابند نہ تھے
تھا فقط ذات مسبّب پہ بھروسا انکا

جانتے تھے کہ اگر ترک ہوا ایک سبب
اور ہو جائینگے اسباب بہت سے پیدا

وہ نہ تھے رنگ کے پابند نہ مجبور وطن
ساری دنیا کو سمجھتے تھے کہ ہے گھر اپنا

سب مسلمان تھے اک گلشن اسلام کے پھول
اسود و ابیض و احمر کا کوئی فرق نہ تھا

جو ہو اُتقٰی وہ سمجھتے تھے اسی کو اکرم
صرف ایمان نہین، اسپہ عمل تھا اون کا

وہ عمل کرتے تھے دعوے سے نہ تھا کام انھین
انکے کہنے کو کیا کرتا تھا ثابت "کرنا"

ہند ہو مصر ہو یورپ ہو عرب ہو کہ عجم
ان کے احسان سے گران بار ہے ساری دنیا

باب التقریظ والانتقاد

فہرست عربی کتبخانہ بوہار

از

سید نجیب اشرف ندوی بی اے

بوہار صوبہ بنگال کے ضلع کا ایک مشہور قصبہ ہے آج سے ایک صدی پہلے جب اسلامی حکومت دنیا مین کا چراغ ہندوستان مین گل ہو رہا تھا یہ بزم شمع علم و تہذیب سے منور تھی، اس کا مدرسہ اس وقت بھی طلبہ کے لئے مرکزِ کشش بنا ہوا تھا اور اس وقت بھی اس کے مسندِ درس پر مولینا بحر العلوم جیسے مقدس بزرگ متمکن تھے، اس مدرسہ کے قیام کا فخر اسی صوبہ کے ایک بزرگ "منشی صدر الدین" کو حاصل ہے، وہ اپنے عہد کے اکابر مین تھے، انھون نے مرشدآباد مین میدانِ حیات مین قدم رکھا اور سرکار انگلشیہ کی خیرخواہی اور ذاتی خوبیون کی بنا پر اُس وقت کے گورنر جنرل وارن ہسٹنگز کے "میر منشی" مقرر ہوئے، اس زمانہ مین یہ عہدہ بہت ممتاز و معزز تھا، اس کا نتیجہ "دربار مغلیہ" مین ان کی قدر و منزلت تھی، چنانچہ شاہ عالم بادشاہ نے مشہور ۱۴ ہزاری پرگنہ جو ایک زمانہ مین سید جلال الدین تبریزی کو ملا تھا ان کی تولیت مین دیدیا، اس عطیہ شاہانہ سے انھون نے موجودہ متولیون کی طرح کوئی ذاتی منفعت حاصل نہ کی، بلکہ جیسا کہ ہم لکھ آئے ہین بوہار مین مدرسہ جلالیہ قائم کیا اور اس کے ساتھ ہی مدرسین و طلبہ کے استفادہ کیلئے اسی نام پر ایک کتب خانہ (جلالیہ) کی بھی بنیاد ڈالی،

جہان گذشتہ صدی کے وسط مین اسلامی حکومت کی یہ آخری یادگار ہمیشہ کے لئے دفن کر دی گئی وہین اسلامی علوم کا جنازہ بھی اُٹھایا گیا، منبع کی خشکی نے تمام دریا کو سکھا دیا، مسلمانون مین جہالت بے پروائی

ادبار و افلاس کے امراض عام ہو گئے، اور ایک صدی کی کوششون کے باوجود ان کی حالت خاطر خواہ طریقہ پر سدھر نہ سکی اس کا لازمی نتیجہ ہمارے علمی ذخائر کی بربادی اور لوٹ تھی، ہماری اکثر بہترین کتابین لندن پیرس، برلن، وانالیڈن وغیرہ پہونچ گئین رامپور اور حیدرآباد کی ریاستون اور پٹنہ کے خان بہادر خدابخش خان مرحوم نے باقیات کو محفوظ رکھنے کی کوشش شروع کی لیکن وہ ملک جس کا ایک ایک گوشہ ان جواہرات سے بھرا ہوا ہو ان محدود کوششون سے کب محفوظ رکھا جا سکتا تھا، اور اور اس وقت بھی ہزارون کتابین مختلف ذاتی کتب خانون مین پڑی سڑ رہی ہین اور ان کے مالک جہالت یا غلط خاندانی غرور کی وجہ سے ان کتابون کو بجائے اس کے کہ اہلِ علم تک پہونچا کر ان کی بقا کی کوشش کرین اُن کو کیڑون کا شکار ہونے کے لئے چھوڑ دیتے ہین،

لیکن خدا کا شکر ہے کہ منشی صدر الدین نے اپنے جانشینون مین علم کا سچا ذوق پیدا کر دیا تھا اور جب ان کے ہمنام وارث مولوی صدر الدین نے ملک کی عام حالت سے مایوس ہو کر یہ نتیجہ نکالا کہ یہ بیش بہا کتب خانہ اُن کے بعد برباد ہو جائیگا تو اُنھون نے ۱۹۰۵ء مین حکومت ہند سے خط و کتابت کر کے ایک "وقف نامہ" کے ذریعہ یہ علمی ذخیرہ حکومت کے حوالہ کر دیا اور یہ شرط لگا دی کہ کوئی کتاب باہر نہ جائے، وقف کے وقت کتبخانہ مین قلمی و مطبوعہ کتابون کی تعداد حسب ذیل تھی،

زبان	قلمی	مطبوعہ
عربی	۴۶۸	۹۴۰
فارسی و ترکی	۴۹۳	۴۰۰
اُردو	۱	۱۴۰

یہ ذخیرہ علمی اب ہندوستان کے سب سے بڑے سرکاری کتبخانہ (امپیریل لائبریری کلکتہ) کے ایک گوشہ مین محفوظ ہے،

اس سلسلہ مین اگر ہم مولوی صدرالدین ثانی کے حالات بیان کرین تو شاید دلچسپی سے خالی نہ ہون اس کتبخانہ کی فارسی کتابون کی فہرست مین ان کا مفصل حال موجود ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑے عالم اور علم دوست بزرگ تھے، اس کتبخانہ کو انھون نے ترقی دیکر اُس مین معتدبہ اضافہ کیا، ان کو فارسی و عربی مین کمال تھا اور اُن کی ایک تصنیف روائح المصطفیٰ چھپ کر شایع بھی ہوچکی ہے، کتبخانہ کی اکثر کتابون پر ان کے ہاتھ کے نوٹ (حواشی) بھی ہین، جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا مطالعہ کتب کس قدر غائر اور عالمانہ تھا اس کے ساتھ ہی ان کی دوراندیشی کی داد دینی پڑتی ہے کہ ان کا گھر اس وقت بے چراغ ہو رہا ہے اور اگر انھون نے کتابون کو محفوظ نہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً اب تک برباد ہوچکی ہوتین، آج ہم اسی کتبخانہ کی عربی قلمی کتابونکی فہرست پر ناقدانہ نظر ڈالین گے،

یورپ نے جہان ہر موضوع اور ہر موضوع کے ہر شعبہ کو ایک مستقل فن بنا رکھا ہے، وہان اُس نے کتبخانون کی فہرست سازی کو بھی ایک مخصوص درجہ دیدیا ہے، دنیا کے مختلف مرکزون مین مختلف کتابین ہین ہر طالب علم اپنی مجبوریون کی وجہ سے ہر کتب خانہ تک نہین پہونچ سکتا اور اگر کوئی پہونچ بھی جائے تو اس کو ہر کتاب کے شروع سے آخر تک پڑھنے، دوسرے نسخون سے اختلافات معلوم کرنے اس کے مباحث جاننے اور مصنف سنہ تصنیف اور سنہ کتابت پر نظر ڈالنے کے لئے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے، اور اس کا اصلی مقصد فوت ہوجاتا ہے، یورپ نے اس دقت کو محسوس کرکے یہ طریقہ ایجاد کیا ہے کہ کتبخانہ کی ہر کتاب کی اس حیثیت سے فہرست بنائی جائے کہ اسمین کتاب کا سائز اُس کا حجم اُس کا موضوع اُس کے مباحث اس کے ابواب، اس کے مصنف و کاتب کے حالات سنہ تصنیف سنہ کتابت دوسرے کتب خانون مین اگر یہ کتاب موجود ہے تو اس کے حوالہ وغیرہ تمام چیزین اس مین آجائین مگر یہ کام یہین پر آکر ختم نہین ہوجاتا بلکہ اگر کتاب مین کوئی غلط یا مختلف فیہ واقعہ درج ہوگیا ہے تو اس پر عالمانہ بحث بھی کرنی ہوتی ہے مختصر آیہ کہ فہرست کی ترتیب و تدوین ایک اہم ترین علمی تحقیق ہوتی

ہوتی ہے، اور اسی سے اس بات کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک ایسے عالمگیر فرض کو انجام دینے کیلئے کتنے بڑے باخبر عالم و محقق کی ضرورت ہے، یورپ مین ایسے اشخاص کو بڑی قدر کی نگاہون سے دیکھا جاتا ہے چنانچہ ڈاکٹر براؤن ڈاکٹر ریو اسمتھ لین پول جہان ایک طرف مستشرقین کی حیثیت سے مشہور ہین، وہان فہرست سازون مین بھی ان کا نام موجود ہے،

ہندوستان مین اس کام کو بڑے پایہ پر خدابخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین شروع کیا گیا ہے، اور بوہار لائبریری کی کتابون کی فہرست بھی اسی انداز سے تیار کی گئی ہے، تمام قلمی کتابون کو دو حصون مین تقسیم کیا گیا ایک حصہ عربی کا اور دوسرا فارسی و ترکی کا، فارسی و ترکی فہرست اب سے دو سال قبل مولوی عبدالمقتدر خان صاحب کے قلم سے نکل چکی ہے، اب وہ خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین اسی خدمت پر مامور ہین، اس سال اس کتب خانہ کی عربی کتابون کی فہرست ہمارے ملک کے خاموش عالم شمس العلماء خان بہادر ڈاکٹر مولٰسنا ہدایت حسین صاحب (پی ایچ، ڈی) کے قلم سے نکلی ہے،

مولٰسنا کا اسم گرامی علمی حلقون مین محتاج تعارف نہین، اُن کا خاندان عرصہ سے بنگال مین علمی حیثیت سے مشہور ہے، اُن کے والد ماجد شمس العلماء مولٰسنا ولایت حسین مدرسہ عالیہ کے مخصوص استاد، اور ان کے جد امجد مولٰسنا خیرات حسین صاحب محکمہ عالیہ علی پور کے صدر الصدور تھے، مولٰسنا نے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال مین رہکر جو علمی خدمات انجام دی ہین اور اس کی مطبوعہ کتابون پر جو محققانہ مقدمات لکھے ہین وہ نہ صرف ہندوستان مین بلکہ متعصب یورپ مین بھی مقبول ہوئے، اور مستشرقین داد دیئے بغیر نہ رہ سکے، اس وقت تک کشف الحجب والاستار، تذکرۂ خوشنویسان وغیرہ کو وہ اڈٹ کرکے قوم و ملک کے سامنے پیش کرچکے ہین، اور اب مآثر رحیمی (سوانح عبدالرحیم خانخانان) انکی نگرانی اور ادارت مین شایع ہو رہی ہے، مولٰسنا کی مقبولیت کا اس سے بہتر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ڈاکٹر آرنلڈ کے حسب استدعا اُن کے متعدد مضامین انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مین شایع ہو رہے ہین، اس لئے جب ہمکو معلوم ہوا کہ مولوی ابوالخیر محمد یوسف کی وفات کے بعد یہ کام

مولٰسنا کے سپرد ہوا، تو ہم نے حکومت کے اس انتخاب کی خاموش داد دی، اور بحمدالله کہ ہمکو مولانا سے جس عالمانہ فہرست کی امید تھی، وہ انھون نے پیش کردی، چنانچہ امپیریل لائبریری کے سابق لائبریرین مسٹر جے اے چیپ مین صاحب اپنے مقدمہ مین تحریر فرماتے ہین،

"مولوی ابوالخیر محمد یوسف اور جناب شمس العلاء صاحب کے نوٹون کا موازنہ ہمکو بتاتا ہے کہ شمس العلاء کو صرف اپنے عالم بھائی کی تحریرون پر نظر ثانی ہی کرنی نہین پڑی ہے بلکہ اُس سے بہت کچھ زیادہ کرنا پڑا ہے "ان کو ایک نئی فہرست ترتیب دینی پڑی" ہے

مولٰسنا نے اس فہرست مین جس تحقیق جس صبر آزما جستجو جس باریک بینی جس تشریح و توضیح اور جس وسعت نظر کام لیا ہے، اس کا ثبوت ہمکو ہر صفحہ پر ملتا ہے، یہ فہرست ۲۰۰۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس مین ۷۴۴ عربی اور ایک فارسی کتاب (حدائق الشعراء) کا تذکرہ ہے، وہ ایک کتاب کو اُٹھاتے ہین، اُس کا سائز بتاتے ہین، اس کے اوراق لکھتے ہین، اس کے بعد مصنف کا نام اُس کا حال بتاتے ہین، پھر کتاب پر اس کے موضوع پر اُس کے ابواب پر بحث کرتے ہین مصنفین وغیرہ کے حالات پڑھا اون کے سنہ وفات وغیرہ مین اگر کوئی اختلاف ہے تو اسے صحیح کرتے ہین، اور اس حیثیت سے اُنھون نے کہین کہین مستشرقین کی غلطیون کی تصحیح بھی کی ہے، اس کے بعد وہ ان تمام فہرستون کا حوالہ دیتے ہین جن مین اس کتاب کا تذکرہ ہو اور بتاتے ہین کہ یہ کتاب چھپ گئی ہے یا نہین، اگر چھپی ہے، تو کہان اور کب؟ اور اگر نہین چھپی ہے تو کن کن کتب خانون مین اس کے نسخے موجود ہین، اس فہرست مین ہمکو برلن، لنڈن، پیرس، پیٹروگراڈ، وائنا، قسطنطنیہ، قاہرہ، حیدرآباد، رام پور، بانکی پور، وغیرہ کے کتب خانون اور ان کی فہرستون کے اکثر حوالے ملین گے، وہ کتاب کی ظاہری حالت کے بتانے مین اس قدر احتیاط سے کام لیتے ہین کہ عنوان، خاتمہ، حاشیہ، متن کی روشنائی اور ان کے خط وغیرہ کو بھی نہایت ہی وضاحت سے بتاتے ہین،

اب ہم نفس کتابون کی طرف رجوع کرتے ہین،

ملتقی الابحر (۷۰۵) فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے، بروکلمین وغیرہ نے غلطی سے اس کو بیٹے کی جگہ باپ کی طرف منسوب کرکے محمد بن ابراہیم الحلبی کی تصنیف بتایا ہے، اُنھون نے اس کی صحت کی ہے، اور بتایا ہے کہ وہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی کی ہے، اس طرح اُنھون نے مستشرقین کی دوسری غلطیون کی اصلاح بھی کی ہے،

اس فہرست کی صحت کا اندازہ اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ ہم اسی قسم کی دوسری فہرست سے اس کا موازنہ کرتے ہین، اس وقت ہمارے پاس خدابخش خان مرحوم کے کتبخانہ کی احادیث کی فہرست بھی موجود ہے[1] اگرچہ اس کے مرتب مولوی عبدالحمید صاحب ہین لیکن اس کے چیف اڈیٹر مشہور مستشرق سر ای، ڈینی راس صاحب ہین یہ بزرگ پہلے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس اول تھے اور اب لندن مین مدرسۂ علوم مشرقیہ کے پرنسپل ہین اس فہرست مین ان کا مقدمہ بھی ہے، عمدة القاری، بخاری کی مشہور شرح ہے، اس مصنف کے حالات لکھتے ہوئے مولوی عبدالحمید صاحب نے متعدد تاریخی غلطیان کی ہین مثلاً یہ کہ صوفی علاءالدین علینی کو ۸۰۰ھ ہجری مین قاہرہ لے گئے، حالانکہ یہ واقعہ ٹھیک ایک صدی پہلے (۷۰۰ھ) کا ہے، یا یہ کہ صوفی صاحب کے بعد امیر جرکس الخلیلی نے ان کو خانقاہ سے ۸۰۰ھ مین الگ کردیا، یہان پر بھی ۷۰۰ھ چاہئے، لطف یہ ہے کہ آگے چلکر مولوی صاحب علینی کا سنہ وفات ۸۵۵ھ بتاتے ہین[2]، اس کے مقابلہ مین مولوی ہدایت حسین صاحب نے تمام واقعات صحت تاریخ کے ساتھ لکھے ہین[3] اسی طرح مولوی عبدالحمید صاحب نے جامع الاصول الی احادیث الرسول کے مصنف کا نام مجدالدین ابوالسعادت المبارک بن ابی الکریم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی ابن الاثیر الجزری بتایا ہے، یہان پر مولوی عبدالحمید صاحب نے دو فاش غلطیان کی ہین، اول تو یہ کہ انھون نے فی نفس کتاب کا نام غلط لکھا ہے، کتاب کا نام جامع الاصول لاحادیث الرسول ہے[4]

[1] فہرست خدابخش خان لائبریری جلد ۵ حصہ اول صفحہ ۵۶-۵۷ [2] ایضاً [3] فہرست بوہار، لائبریری حصہ دوم صفحہ ۳۹-۳۸ [4] کشف الظنون جلد اول صفحہ ۲۵۸،

دوسرے یہ کہ مصنف کے نسب نامہ کو دیکھنے سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ "الاثیر الجزری" عبد الواحد الثانی کا باپ ہے حالانکہ ابن الاثیر الجزری خود مصنف کی کنیت ہے اور وہ اسی نام سے مشہور ہے[1]، اس کے مقابلہ مین مولوی ہدایت حسین صاحب نے کتاب اور مصنف دونون کے نام نہایت صحت کے ساتھ لکھے ہین اسی قسم کی سعد و مثالیں ملتی ہیں جن سے اس فہرست کی صحت پر کافی روشنی پڑتی ہے[2]،

اس فہرست مین اصول فقہ امام غزالی کی کتاب المنخول فی الاصول (۱۳۵) پر بھی نوٹ ہے مولانا کا ذاتی خیال ہے کہ یہ کتاب امام غزالی کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے، اس کا اصلی مصنف ایک شخص محمود غزالی ہے، اور اپنے ثبوت مین مرتب نے ابن الحجر الہیثمی کی کتاب الخیرات الحسان فی مناقب النعمان اور ایک فارسی کتاب منتہی الکلام کی عبارتین نقل کی ہین[3]، واقعہ یہ ہے جیسا کہ علامہ شبلی نے الغزالی مین تحریر فرمایا ہے کہ مسلمانون نے امام صاحب کی تصانیف مین سے صرف فقہ اصول فقہ، تصوف اور اخلاق سے متعلق کتابون پر توجہ کی اور عقلیات کی کتابون پر جن مین ان کے اصلی جوہر کھلتے ہین، نہ صرف یہ کہ توجہ ہی نہ کی بلکہ ان کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنے سے بھی گریز کیا ہے، اسی قسم کی ایک کتاب مضنون بہ علی غیر اہلہ ہے اس کے متعلق علامہ سبکی لکھتے ہین معاذ اللہ ان یکون لہ خدا نہ کرے کہ یہ امام صاحب کی ہو[4]، اب ہم اس کتاب پر اپنی راے ظاہر کرنے سے بہتر سمجھتے ہین کہ خود علامہ مرحوم کے الفاظ مین اس کو پیش کرین

"جس تصنیف مین اجتہاد اور آزادی راے سے کام لیا گیا ہو وہ مقبول عام نہین ہو سکتی، منخول جو فقہ مین امام صاحب کی پہلی تصنیف ہے، ہماری نظر سے گذری ہے، بڑے معرکہ کی تصنیف ہے اور چونکہ آغاز شباب کی ہے، امام صاحب اس مین کسی امام یا مجتہد کے پابند نہین، بلکہ جو کچھ کہتے ہین نہایت بیباکی اور آزادی سے کہتے ہین صرف اس عیب کی وجہ سے یہ کتاب علما، کی نظر سے گر گئی، یہان تک کہ

[1] فہرست خدابخش خان لائبریری جلدہ حصہ اول صفحہ ۱۳، [2] فہرست کتبخانہ لوہار جلد ۲ ص ۲۱، [3] فہرست کتبخانہ لوہار جلد ۲ ص ۲۰، [4] الغزالی ص ۵۳،

شمس الائمہ کردری اس کو محمود معتزلی کی تصنیف بتاتے ہین اور ابن حجر مکی الخیرات الحسان مین اسی خیال کی تائید کرتے ہین، احیاء العلوم مین بھی یہ چنگاریان دبی پڑی تھین، اس لئے اکثر علماء نے اس کے جلانے کا حکم دیا اور اسکی تعمیل بھی کی گئی[1]،

واقعہ یہ ہے کہ سب سے پہلے شمس الائمہ نے اس خیال کو ظاہر کیا ہے، اور اس کے بعد ناسمجھ پرجوش معتقدین غزالی نے اس غلط خیال سے کہ اس انکار سے انکی شہرت مین کوئی داغ نہ لگنے پائیگا، ان کی اس عظیم الشان تصنیف کو محمود غزالی کی طرف منسوب کر دیا، حالانکہ اس شخص کا معتزلہ کی کتابون مین کہین بھی پتہ نہین جس بہترین اور آزادانہ طریقہ سے اس نے یہ بحث لکھی ہے، اُس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمام معتزلی مصنف اس کتاب کو اپنا ماخذ بناتے ہین لیکن ایسا نہین ہے اور یہ عدم ہمارے دعوی کی اثبات کی دلیل ہے، کشف الظنون نے بھی رد ابی حنیفہ کے نام سے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے اور اگرچہ اُس نے بھی صاف نہین بتایا کہ یہ امام صاحب کی تصنیف یا محمود غزالی کی، لیکن شمس الائمہ کی غلط فہمی کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے[2]

اب ہم عام حیثیت سے اس فہرست پر نظر ڈالتے ہین. خطاطی اور حسن ظاہری کے لحاظ سے مندرجہ ذیل کتابین اس کتب خانہ مین قابل دید ہین:-

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، مصنفہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی الصدوق (۵۰) (۲) دلائل الخیرات (۲۰) (۳) مناجات امیر المومنین (۴۳) الصحیفۃ الکاملہ (۶۸ و ۶۶ ، ۶۵) (۴) الاقبال لصالح الاعمال مصنفہ ابو القاسم رضی الدین (۵۰، ۵۱) (۵) الاسفار الاربعہ مصنفہ صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی (۳۳) (۶) حکمات مکتوبہ (۹۰) اور (۷) دیوان علی (۲۴۶)، اس دیوان کو ابو القاسم علی بن الحسین الموذن بالسید المرتضی نے ترتیب دیا تھا، بروکلمن جلد ا صفحہ ۴۵ اور ہیورٹ صفحہ ۲۵۳، مین مستقیم زادہ کی سند پر یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ دیوان

[1] الغزالی ص ۳-۵۲- [2] کشف الظنون جلد اول ص ۵۳۶،

ابوالقاسم کا جمع کیا ہوا ہی نہین بلکہ خود انہی کا ہے[۱]،

وہ کتابین جو اندنون بہت کم دستیاب ہوتی ہین اور خاص وقعت رکھتی ہین، یہ ہین،

(۱) شرح مشکوٰۃ المصابیح مصنفہٗ سید الشریف الجرجانی (۲) قرب الاسناد مصنفہٗ ابو العباس عبد اللہ القمی (۴۹) (۳) کفایۃ الاثر مصنفہٗ ابوجعفر محمد القمی الصدوق (۵۱) مگر بعض کا خیال ہے کہ یہ کتاب محمد بن محمد المعروف بالشیخ المفید کی ہے (۴) ریاض السالکین مصنفہٗ سید علی خان مدنی (۲۷) (۵) المتعلقات علی الحاشیہ الجدیدہ علی شرح التجرید مصنفہٗ مرزا ابراہیم بن ملا صدرالدین الشیرازی (۹۱) (۶) نہج المسترشدین مصنفہٗ جمال الدین حسن (۹۴) (۷) شرح زبدۃ الاصول مصنفہٗ حسام الدین محمد صالح المازندرانی (۱۴۶) (۸) العمدہ مصنفہٗ شمس الدین ابوالحسن یحیی الحلی النبعی (۲۰۳) یہ کتاب حضرت علی کے مناقب مین ہے، (۹) تراجم الحفاظ مصنفہٗ مرزا محمد بن رستم معتمد خان المارثی البدخشی (۲۵۳) یہ کتاب طبقات محدثین مین ہے، (۱۰) طبقات الحنابلہ مصنفہٗ ابوالحسین محمد اس کتاب کے مصنف کا جو نام مع نسب بتایا گیا ہے، اس مین اور نیز سرورق پر جس مصنف کا نام بتایا گیا ہے اس مین ابویعلی کی جگہ ابی الیعلی ہونا چاہئے تھا (۱۱) زہر الریاض مصنفہٗ حسن بن علی بن الحسین الحسینی المدنی (۶۵) (۱۲) الحاشیہ علی حاشیۃ الخطابی مصنفہٗ نجم الدین عبد اللہ الحسینی الیزدی علامہ تفتازانی نے القزوینی کی مختصر المعانی کی شرح لکھی تھی خطابی نے اس شرح پر حاشیہ لکھا اور نجم الدین نے اس حاشیہ پر حاشیہ لکھا ہے (۱۳) رسائل ابن العمید مصنفہٗ ابوالفضل محمد بن العمید المعروف بابن العمید، یہ ابن عمید کے خطوط کا مجموعہ ہے جو عضد الدولہ کے باپ رکن الدولہ کا وزیر تھا، (۲۲۴) (۱۴) اعلام نہج البلاغۃ، یہ کتاب الشریف الرضی کی نہج البلاغت کی شرح ہے،

قدامت کے لحاظ سے عربی نسخون مین معدودے چند قابل ذکر ہین :-

(۱) شرح مشکوٰۃ المصابیح (۳۴) مکتوبہ ۷۵۳ھ

---

[۱] کتبخانہ ج ۱۲ جلد ۲ ص ۱۰۴،

(۲) حاشیہ علی شرح مختصر المنتہی (۱۳۸) مکتوبہ ۸۰۵ھ (۳) الزیج الملخص (۳۴۴) مکتوبہ تقریباً ۸۰۰ھ، (۴) کتاب التوحید (۵۸) مکتوبہ ۸۰۰ھ (۵) شرح تجرید الاعتقاد (۵۲) مکتوبہ ۹۱۷ھ،

فہرست کے آخر مین کتابون کی عربی اور انگریزی اسماء کی مفصل فہرستین بھی ہین جن کی ترتیب مین یقیناً کافی وقت صرف ہوا ہوگا،

غرض فہرست ہماری امیدون سے بہت بہتر نکلی اور ہم مولٰنا کو اُن کی اس علمی خدمت اور اعلی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین، اگر مسلمانون مین ایسی چند مقدس ہستیان بھی پیدا ہو جائین جو خاموشی سے کام کرنا جانتی ہون تو ہماری علمی دنیا بھی اغیار کی منت سے بے نیاز ہو جائے۔ کتاب کی قیمت پچیس روپیہ ہے اور لائبریرین امپیریل لائبریری کلکتہ سے مل سکتی ہے،

مثنوی بحر محبت شیخ مصحفی

اگر آپ کو اپنی زبان کی ترقی کے ساتھ محبت ہے، تو اسکی کوشش کیجئے کہ آپکی زبان کا قدیم حصہ ادبیات (کلاسیکل لٹریچر) زندہ رہے، شیخ مصحفی قدیم اساتذہ اُردو مین داخل ہین، اُردو مین ان کے دیوان کیلئے کوئی چیز نہین ملتی، مولوی عبد الماجد صاحب بی۔ اے نے بڑی محنت سے اس مثنوی کی تصحیح کی، اس پر حواشی لکھے، اور اس پر ایک مقدمہ لکھا ہے، جسمین شیخ مصحفی کی سوانحعمری لکھی ہے، نفس قصہ عشقیہ بھی دلچسپ و دلکش ہے، مطبوعہ دار المصنفین قیمت ۱۲؍

"منیجر"

مطبوعاتِ جدیدہ

ترانہ حجازی ۱۸۸۱ء مین پادری عماد الدین نے ایک شیعہ مجتہد سے چند سوالات کئے تھے، اُن کے جوابات کو پادری صاحب کی مزید تحریرون کے ساتھ ایک عیسائی نے شایع کیا تو علاوہ مجتہد صاحب کے دلی کے ایک عالم نے بھی اس کا جواب دیا دونون بزرگون کے رسالون کا نام تحن داودی تھا جس زمانہ مین ندوہ کان پور مین تھا انھین سوالات کو پھر عیسائیون نے پیش کیا تو مولنا سید محمد علی صاحب بانی ندوہ نے یہ رسالہ لکھا جو سب سے پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ مین شایع ہوا تھا، اب وہی رسالہ دوبارہ شایع ہوا ہے مولانا کی مناظرانہ کتابین جس پایہ کی ہوتی ہین ظاہر ہے اس رسالہ مین اہم بحثین شفاعت، عصمت انبیا دلائل نبوت اور فارقلیطا کی تفسیر ہین، ضرورت ہے کہ ہر طالب حق ایک مرتبہ اس کا مطالعہ کرے، قیمت ۱؎ خانقاہ رحمانیہ مونگیر،

براہین دین حقیقی ، یہ ایک ہندو "مامور من اللہ" پنڈت پرشوتم دیوست دہاری کی تصنیف ہے جسمین انھون نے اپنے نئے مذہب "دین حقیقی" کی تشریح کی ہے، اس کتاب مین کوئی بات ایسی نہین جسے ان سے نصف ہی صدی قبل کے "مامورون" نے نہ کہا ہو، البتہ اب الہام اور "ایشور بانی" بھی قانون سلطنت اور آئین حکومت کے ماتحت ہو گیا ہے، ست دہاری جی کا مذہب یہ ہے کہ بانیانِ مذاہب حرمت اسی قدر عظمت کے مستحق ہین کہ انکی تکذیب نہ کی جائے اور قسم کی اطاعتین توحید کے خلاف اور انسان پرستی ہین، اس زمانہ مین شریعت اور دھرم شاستر کو قانون حکومت پر کوئی ترجیح نہین ہونا چاہئے بلکہ قانون حکومت کو تفوق حاصل ہونا چاہئے، کیا یہ انسان پرستی نہین ہے؟ قیمت علاوہ محصول عہ پتہ وید و دیا ساگر ادشد ھالیہ اٹاوہ،

حلال خور ، حلال خورون کا ایک طبقہ تو صاف اور کھلا مسلمان ہے، مگر ایک بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جس کے متعلق فیصلہ کرنا باقی ہے کہ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے،

خواجہ حسن نظامی نے اس رسالہ مین حلال خورون اور لال بیگیون کے عقاید خیالات، رسوم وغیرہ تمام ضروری معلومات کو مبلغین کیلئے یکجا کر دیا ہے بنارس، دہلی اور پنجاب تقریبًا ہر جگہ کے بھنگی لال بیگ اور بالمیک نامی دو بزرگون کو اپنا گرو یا پیر مانتے ہین بعض مقامات کے بھنگی اپنے مورث کو برہمن بتاتے ہین اور بعض مقامات والے اسلامی ممالک سے تعلق ظاہر کرتے ہین، لال بیگی مت کے کرسی نامون (وظایف) مین بہت سی ایسی باتین ہین جو ان کو اسلام سے قریب تر بناتی ہین، اس رسالہ مین سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب بانی فرقہ احمدیہ کے ایک چچازاد بھائی مرزا امام الدین بھی لال بیگیون کے ایک پیر تھے، یہ کتاب نہ صرف مبلغین کے لئے مفید ہے، بلکہ عام لوگون کے لئے بھی دلچسپ سرمایہ معلومات رکھتی ہے، قیمت ۸؍ پتہ حلقہ مشایخ بک ڈپو دہلی،

سکھ قوم اس رسالہ کا پورا نام سکھ قوم اور اس کے بانی کے متعلق مسلمانون کی محبت آمیز رائے ہے، خواجہ حسن نظامی کے مختلف مضمونون کا مجموعہ ہے، جسمین سکھون کے خصائص، اور گرو نانک دیو کی خوبیون کو خواجہ صاحب نے اپنے خاص انداز مین لکھا ہے، قیمت ۶؍ پتہ حلقہ مشایخ بک ڈپو دہلی،

تربیت ، اس کتاب کی اصل ایک عربی کتاب ہے، جسے مصر کے سرکاری مدارس مین لڑکیون ابتدائی تعلیم کیلئے آنسہ زینب نے تالیف کیا ہے جناب عبد المجید صاحب نے ضروری ترمیم کے ساتھ ہندوستانی لڑکیون کے لئے اس کا ترجمہ اُردو زبان مین کیا ہمارے خیال مین ترجمہ سے بہتر مستقل تصنیف تھی اس مین کوئی خاص بات قابل تعریف نہین ہے، قیمت پتہ انجمن اسلامیہ چرچر کوم پیٹھ محبوب نگر (دکن)،

خرقۂ مجد، "یہ سی پیوند خرقہ، خوف ورجا، منازلِ نزول، روح وجسم، وغیرہ ۳۰ عنوانون کے

باتحت صوفیانہ طرز کی نظمون کا ایک مجموعہ ہے جناب ابو الاعظم سید احمد حسین صاحب امجد نے ہر بوند مین کوئی نہ کوئی راز حقیقت ظاہر کیا ہے، گرعموماً زبان معانی کی متحمل نہین ہوسکتی ہے، اسی طرح اسرار وحقایق کے بار امانت نے اکثر اشعار اور مصرعون کی موزونیت کا پلہ بھی جھکا دیا ہے، تاہم ؎

؎ ,,گدڑی مین مری جڑی ہین لاکھون آنکھین

یعنی اس خرقہ کو دیکھنے سے چشم بصیرت کھل جائیگی، قیمت خرقہ قسم اول عہ قسم دوم ۸؍ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، پتہ سید احمد حسین صاحب امجد صابر منزل کوچہ فتح اللہ بیگ حیدر آباد دکن،

صنعت قادری مولوی شمس الحق صاحب قادری رحمانی (رمنہ پٹنہ) کو صنعت وحرفت کے ساتھ خاص دلچسپی ہے، ان کو ہمیشہ یہ فکر رہا کرتی ہے کہ کس طرح ہندوستان کو بہت جلد ایک صنعتی ملک بنا دیا جائے پٹنہ مین انھون نے ایک کمرشیل ٹکنیکل اسکول بھی قائم کیا ہے قادری صاحب نے کہین باقاعدہ اس فن کی تعلیم نہین پائی، مگر ذاتی دلچسپی اور مشاقی کے باعث انھون نے کافی مہارت پیدا کرلی ہے صنعت قادری مین انھون نے موزہ کی مشین کو استعمال کرنے کا طریقہ بہ تفصیل بتایا ہے، جسمین انھون نے اپنے ۱۲ سالہ تجربہ کو جمع کردیا ہے جو لوگ موزہ بانی سیکھنا چاہین ان کو یہ کتاب ضرور منگانی چاہئے، قیمت عہ پتہ قادری کمرشیل انسٹی ٹیوٹ

محلہ رمنہ، ڈاک خانہ مراد پور، پٹنہ

سیر الصحابیات

از

مولوی سعید انصاری

جس مین نہایت مستند حوالون سے ازواج مطہراتؓ بنات طاہراتؓ اور عام صحابیات کے سوانح اور ان کے اخلاقی مذہبی اور علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ضخامت ۲۲۵ قیمت عہ

«منیجر»

مجلد چہاردہم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۲۴ء	عدد پنجم

مضامین

حیات مالک

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک حدیث کی تدوین مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق ...رہ کی تصویر اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئینگی، قیمت عہ «منیجر»